ماہنامہ

احمدیہ گزٹ

کینیڈا

جنوری 2021ء

سالِ نو کے لئے حضور انور کا خصوصی پیغام

خوش قسمت وہ شخص ہے جو خدا سے محبت کرے

نیا سال شروع ہوا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو مبارک بادیں دے رہے ہیں لیکن اندھیرے گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں سال نو کے موقع پر 03 جنوری 2020ء کو فرمایا:

''نیا سال شروع ہوا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو مبارک بادیں دے رہے ہیں لیکن اندھیرے گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ پس اس سال کے بابرکت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سال کو اس طرح بابرکت فرمائے کہ دنیا کی حکومتیں اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے دنیا کو تباہی کی طرف نہ لے جائیں بلکہ دنیا میں امن اور انصاف قائم کرنے والی ہوں۔ اپنی ذاتی اناؤں میں پڑ کر اپنے ملکی مفادات کو حاصل کرنے کے لئے انسانیت کو تباہ کرنے کے درپے نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔ مسلمان ممالک ہیں تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق اور مسیح موعود اور مہدی معہود کے ساتھ جڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو دنیا میں لہرانے میں مددگار بنیں اور یہ لوگ توحید کو دنیا میں قائم کرنے والے ہوں، نہ کہ مسیح موعود کی مخالفت میں اتنے بڑھ جائیں کہ اب تو انتہا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم پہلے سے بڑھ کر زمانے کے امام کو ماننے کا حق ادا کرنے والے ہوں اور یہ حق ادا کرتے ہوئے دنیا میں توحید کا جھنڈا لہرانے والے ہوں اور دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لانے والے ہوں اور اس کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور وسائل کو استعمال کرنے والے ہوں۔ اگر ہم یہ سوچ نہیں رکھتے اور اس سوچ کے ساتھ دعائیں نہیں کرتے اور اپنی دعاؤں کے ساتھ نئے سال میں داخل نہیں ہوتے تو ہمارے نئے سال کی مبارک بادیں سطحی مبارک بادیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں۔

پس نئے سال کی حقیقی مبارکباد ہم پر جو ذمہ داری ڈال رہی ہے اس کا ہر احمدی بڑے چھوٹے مرد عورت کو احساس ہونا چاہئے اور اس کے لئے اپنی تمام کوششوں اور صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہئے اور اپنی دعاؤں میں اور خدا تعالیٰ سے تعلق میں ایک خاص کیفیت پیدا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ تبھی ہم اس سال کی حقیقی برکتیں حاصل کرنے والے ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 24 جنوری 2020ء، صفحہ 10)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

جنوری 2021ء　جلد نمبر 50　شمارہ 1

نگران

ملک لال خاں
امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیرِ اعلیٰ

مولانا ہادی علی چوہدری

مدیران

ہدایت اللہ ہادیؔ اور عثمان شاہدؔ

معاون مدیران

حافظ رانا منظور احمد اور شفیق اللہ

نمائندہ خصوصی

محمد اکرم یوسف

معاونین

مسعود ناصر، فوزیہ بٹ، غلام احمد عابدؔ

تزئین و زیبائش

شفیق اللہ اور منیب احمد

مینیجر

مبشر احمد خالدؔ

رابطہ

editor@ahmadiyyagazette.ca

Tel: 905-303-4000 ext. 2241

www.ahmadiyyagazette.ca

فہرست مضامین

★ قرآن مجید	2
★ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
★ ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	3
★ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات	4
★ دعوت الی اللہ میں حکمت کے تقاضے　از شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا	10
★ کووڈ-19 سے نجات کیسے ممکن ہے؟　از مکرم ڈاکٹر فہیم یونس صاحب کے ساتھ ایک نئی سیر حاصل گفتگو	11
★ جب روٹی کھاؤ تو سائل کو بھی دو　از مکرم منصور احمد خاں صاحب	21
★ صحیح نماز ادا کرنے کا طریق　از شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا	26
★ رپورٹ خصوصی اجلاس تعلیم القرآن امارات پیس ویلج اور وان	27
★ یادِ رفتگان: میری نانی جان　از مکرم محمد آصف منہاس صاحب	29
★ بعض دیگر مضامین اور منظوم کلام اور اعلانات	31

قرآن مجید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰھَاo ۙ
قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔

وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا o ۙ
اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے۔

وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا o ۙ
اور دن کی جب وہ اس سورج کو خوب روشن کردے۔

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰھَا o ۙ
اور رات کی جب وہ اسے ڈھانپ لے۔

(سورۃ الشمس 91:2-5)

حدیث النبی ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

عَنۡ اَبِي هُـرَيۡرَةَ، قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلَ لَا تَقُوۡمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطۡلُعَ الشَّمۡسُ مِنۡ مَـغۡـرِبِهَـا فَاِذَا طَلَعَتۡ وَرَآهَاالنَّاسُ آمَنَ مَنۡ عَلَيۡهَا فَذٰلِکَ حِيۡنَ لَا يَنۡفَعُ نَفۡسًا اِيۡمَانُهَا لَمۡ تَکُنۡ آمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ.

(سنن ابن ماجہ ، جلد سوم. کتاب الفتن، باب طلوع الشمس من مغربھا . نمبر شمار 4068 ، صفحہ 474)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی ۔ جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا ☆جب وہ طلوع ہوگا تو لوگ اس کو دیکھ لیں گے اور جو شخص اُس وقت ایمان لائے گا اُس کا ایمان لانا اُسے کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ وہ اِس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا۔

☆ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا۔اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ (مجموعہ اشتہارات،جلد دوم،صفحہ 305)

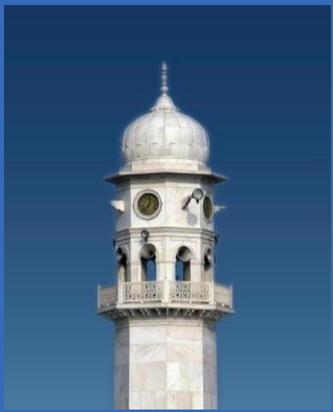

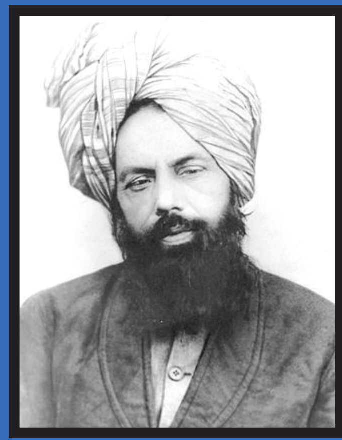

نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا

سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا

’’آخر توحید کی فتح ہے۔غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔...
نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا۔اور یورپ کو سچّے خدا کا پتہ لگے گا۔اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہوجائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبّت رکھتے ہیں۔قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کردے۔وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں،ملکوں میں پھیلے گی۔اس دن نہ کوئی مصنوعی کفّارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات،جلد2،صفحہ 304-305)

سنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے
ستم اب مائلِ ملکِ عدم ہے
خدا نے روک ظلمت کی اٹھا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

ارشاد فرمودہ خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 06 نومبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 06 نومبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آیت 275 کی تلاوت و ترجمہ پیش کرنے کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو متعدد جگہ مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس آیت میں مومنوں کی اس خصوصیت کا ذکر ہے کہ مومن رات اور دن کے اوقات میں مخفی اور ظاہر ہر دو طریق سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں دوسری جگہ آتا ہے کہ مومن اللہ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ پس حقیقی مومن کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے پاکیزہ مال میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خالص طور پر اس کی رضا کے لئے خرچ کرے۔ مسابقت کی روح اچھی چیز ہے لیکن اگر دکھاوے یا فخر یا جتلانے یا کسی قسم کی تعریف کی خاطر مالی قربانی کر رہے ہوں تو ایسی قربانیاں خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت کا درجہ نہیں پاتیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رضا حاصل کرنے والے کو عزت بھی عطا کرتا ہے۔ لیکن یہ عزت اسے عاجزی و انکساری میں بڑھانے والی ہوتی ہے۔ ایسے مومنوں میں اگر خلیفہ وقت کی نظر میں آنے کی خواہش ہوتی ہے تو صرف اس لئے کہ خلیفۂ وقت کی دعاؤں کے وارث بن سکیں۔ اگر خلافتِ حقہ پر ایمان ہے تو ایسی خواہش میں کوئی حرج نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر خالص ہو کر میری رضا کی خاطر خرچ کرو گے تو میں تمہارے خوف اور غم دور کروں گا اور تمہارے لئے سکینتِ قلب کے سامان کروں گا۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنے والے گروہ کی یہ سوچ ہے۔ اسی سوچ کے تحت وہ مالی قربانی کرتے ہیں اور یقیناً خدا تعالیٰ ایسی قربانیوں کو بغیر پھل لگائے نہیں چھوڑتا۔ جماعتِ احمدیہ میں اس روح سے قربانی کرنے والوں کی بیشمار مثالیں ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ مالی قربانی کرنے والوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے بیوی بچوں کے بھی ان پر حقوق ہیں۔ یہ حقوق ادا کرنا بھی ایک مومن کا فرض ہے۔ اپنے گھر والوں کو قناعت کی اہمیت بتاتے ہوئے مالی قربانی کی طرف متوجہ کرنا چاہئے۔ اس طریق سے قربانی کرنے والوں کی اولادیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی ایسے ایسے ذریعے سے وارث بنتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اس وقت میں ایسے ہی قربانیاں کرنے والوں میں سے بعض کے ایمان افروز واقعات بیان کروں گا۔ ان ایمان افروز واقعات کے سننے سے دوسروں کو بھی تحریک ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ حسبِ مصلحت بعض نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ اور بعض اعمال دکھلا کر بھی کرو۔ ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونے کا بہت اثر ہوتا ہے۔

پس خدا کرے کہ یہ ایمان افروز واقعات قربانی کرنے والوں کے لئے دہرے ثواب کا باعث بنیں ایک ثواب تو یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کی اور ایک یہ کہ ان کے نمونوں اور واقعات سے دوسروں کو بھی مالی قربانی کی تحریک پیدا ہوگی۔

اس کے بعد حضورِ انور نے البانیا، ارجنٹائن، انڈونیشیا، مالی، فرانس، کینیڈا، سیرالیون، مارشل آئی لینڈز، گیمبیا، فلپائن، کبابیر، جرمنی، قازقستان، تنزانیہ، بھارت اور گھانا وغیرہ ممالک سے مرد وخواتین، بوڑھوں، بچوں، امراء اور غرباء غرض مختلف طبقات، صنف اور قوم سے تعلق رکھنے والے مخلصین کی مالی قربانیوں کے ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔ کورونا وائرس کی حالیہ وبا کے سبب دنیا بھر میں جاری معاشی بحران کے باوجود احبابِ جماعت کی مالی قربانیوں کی پُر اثر مثالیں بیان کرنے کے بعد حضورِ انور نے فرمایا کہ ایسے بیشمار واقعات میرے پاس تھے جن میں سے یہ چند میں نے بیان کئے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ تحریکِ جدید کے چھیاسیویں سال کے اختتام پر جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو دورانِ سال اس تحریک میں ایک کروڑ چون لاکھ پاؤنڈ مالی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی۔ یہ وصولی گذشتہ سال کے مقابلے میں آٹھ لاکھ بیاسی ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔ پاکستان نے اپنے مخدوش معاشی اور سیاسی حالات کے باوجود مالی قربانی میں، اپنی مقامی کرنسی کے حساب سے بہت زیادہ ترقی کی ہے۔

اس سال دنیا بھر کی جماعتوں میں جرمنی سرِفہرست رہا۔ پھر برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، پھر مشرقِ وسطی کا ایک ملک، بھارت، آسٹریلیا، انڈونیشیا، گھانا اور پھر مشرقِ وسطی کی ایک اور ریاست شامل ہیں۔

گھانا کا خصوصی ذکر کرتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ گھانا اب افریقی ممالک سے نکل کر امریکہ اور یورپ وغیرہ دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلے پر مالی قربانی میں شامل ہو گیا ہے۔

فی کس ادائیگی کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ پہلے نمبر پر، پھر امریکہ اور سنگاپور ہیں۔ افریقی ممالک میں پہلے نمبر پر گھانا، پھر نائیجیریا، بورکینافاسو، تنزانیہ، گیمبیا، سیرالیون اور پھر بینن ہے۔

تحریکِ جدید میں کل شاملین کی تعداد سولہ لاکھ آٹھ سو ہے۔ شاملین میں اضافہ کرنے کے لحاظ سے افریقی ممالک میں گھانا اور پھر بورکینافاسو ہے۔ بنگلہ دیش، جرمنی، کینیڈا، بھارت، آسٹریلیا اور برطانیہ میں بھی شاملین کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

دفتر اول کے کھاتے پانچ ہزار نو سو ستائیس افراد کے ہیں جن میں سے تینتیس حیات ہیں اور اپنا چندہ خود ادا کر رہے ہیں۔ حضورِ انور نے ازراہِ شفقت جرمنی، برطانیہ، پاکستان، امریکہ، کینیڈا، بھارت اور آسٹریلیا کی نمایاں قربانی پیش کرنے والی جماعتوں کا بھی ذکر فرمایا۔

حضورِ انور نے تمام قربانی پیش کرنے والوں کے لئے دعا کی

کہ اللہ تعالیٰ سب کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے اور قربانیوں کو قبول فرمائے۔ اس کے ساتھ ہی حضورِ انور نے تحریکِ جدید کے ستاسیویں سال کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ یکم نومبر 2020ء سے ستاسیواں سال شروع ہو چکا ہے۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضورِ انور نے عالمِ اسلام اور مسلمانوں کے لئے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کل مسلمانوں کے خلاف غیر مسلم دنیا کے بعض لیڈر بڑے بغض اور کینہ کے جذبات رکھتے ہیں۔ اس جمہوری دور میں دنیاوی لیڈر عوام کو خدا سمجھ کر، اُن کی خواہشات کے مطابق بیان دیتے ہیں اور اُن ہی کے مطابق پالیسیاں بناتے ہیں۔ اکثر وبیشتر لپٹے لپٹائے اور گول مول الفاظ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عناد کا اظہار تو ہوتا ہی رہتا ہے تاہم گذشتہ دنوں فرانس کے صدر نے کھل کر اسلام کو بحران کا شکار مذہب قرار دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بحران کا شکار اُن کا اپنا مذہب ہے۔ اسلام تو زندہ اور پھلنے پھولنے والا مذہب ہے۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اس کی تبلیغ دنیا میں چاروں طرف پھیل رہی ہے۔

حضورِ انور نے کینیڈا کے وزیرِ اعظم کے بیان کا تعریفی رنگ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے فرانس کے صدر کے بیان پر بڑا اچھا بیان دیا ہے کہ یہ سب کچھ غلط ہے اور یہ نہیں ہونا چاہئے۔ تمام لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی لیڈروں کا خیال رکھنا چاہئے۔

فرمایا: یہ اسلام مخالف قوتیں اس قسم کی حرکتیں اس لئے کرتی ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں ایکا نہیں ہے۔ ہر ایک ملک فرقہ واریت کا شکار بن کر ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ اگر دنیا کو پتہ ہو کہ مسلمان ایک ہیں اور ایک خدا اور ایک رسول کے ماننے والے، اسلام کی خاطر قربانیاں دینے والے ہیں تو غیر مسلم دنیا کی طرف سے کبھی ایسی حرکتیں نہ ہوں۔ کبھی کسی اخبار کو آنحضرت ﷺ کے خاکے چھاپنے کی جرأت نہ ہو۔ چند سال پہلے بھی جب ڈنمارک اور فرانس میں اس قسم کی مذموم حرکتیں ہوئی تھیں تو مسلمان وقتی شور کرکے، ان ممالک کی اشیا کے بائیکاٹ کے اعلان کر کے خاموش بیٹھ گئے تھے۔ اس کے برعکس جماعت احمدیہ نے بالکل درست ردِّ عمل دکھایا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی دل کش سیرت دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔ جماعتِ احمدیہ کی اس کاوش کو پڑھے لکھے طبقے اور عوام الناس نے بھی پسند کیا تھا۔ یہی کام ہم آج بھی کر رہے ہیں۔ کسی ملک کے صدر کا یہ کام نہیں کہ کسی فرد کے غلط عمل کو اسلام کی تعلیم سے مدغم کر کے اپنے لوگوں کو مزید بھڑکائے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اکسائے۔ اس شخص کو بھڑکانے والے بھی یہ خود ہی تھے۔

حضورِ انور نے فرمایا: میں نے پہلے بھی بیان دیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی توہین کسی بھی غیرت مند مسلمان کو برداشت نہیں۔ اگر ایسی جذبات کو انگیخت کرنے والی حرکات ہوں اور اس وجہ سے کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو پھر اس کے ذمہ دار یہ غیر مسلم لوگ، حکومتیں اور نام نہاد آزادی اظہارِ رائے ہے۔ جب پہلے بھی یہ مسئلہ اٹھا تھا تب بھی میں نے خطبات کے ایک سلسلے میں درست ردِّ عمل کی وضاحت کی تھی۔ اسی طرح جب ہالینڈ کے سیاست دان نے ایک بیان دیا تھا تب بھی میں نے ہالینڈ میں ہی ایک خطبہ دیا تھا۔ اس سیاست دان کو خدا کے عذاب سے ڈرایا تھا جس پر اس نے ہالینڈ کی حکومت کو درخواست دیدی تھی کہ اس نے مجھے موت کی دھمکی دی ہے۔

ہم قانون کے دائرے میں رہ کر جہاں تک ہو سکتا ہے آنحضرت ﷺ کے مقام کے خلاف ہونے والی ہر حرکت کا جواب دیتے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں پہلے سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے۔ ایک یا دو آدمیوں کا قتل وقتی جوش تو دبا سکتا ہے لیکن یہ مستقل حل نہیں۔

کورونا وائرس کے ایام میں چند ماہ پہلے میں نے فرانس کے صدر سمیت چند سربراہانِ حکومت کو خدا کے عذاب سے متنبہ کرتے ہوئے خطوط لکھے تھے۔ دنیا کو بھی سوچنا چاہئے کہ یہ باتیں خدا سے دُور کرتے ہوئے ان کی تباہی کا سبب بننے والی ہیں۔ پس دنیا کے عمومی حالات اور امتِ مسلمہ کے لئے بھی دعا کریں۔ ہم نے یہی کوشش کرنی ہے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لائیں یہی تحریکِ جدید کا بھی مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 13 نومبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 13 نومبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج بدری صحابہؓ کا ذکر ہوگا۔ سب سے پہلے تو میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ دو خطبات پیشتر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں ایک روایت پیش ہوئی تھی۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہوگا لیکن وہاں پھوڑے اور پھنسیوں کی ایک بیماری تم پر مسلط ہو جائے گی جو آدمی کو سیڑھی کے پائے سے پکڑ لے گی۔ یہ ترجمہ صحیح اور واضح نہیں اصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصے میں ظاہر ہوگی۔

حضورِ انور نے مکمل روایت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اب جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا، وہ دوبارہ شروع ہوتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو نبی کریم ﷺ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ آپؓ کا مُثلہ کیا گیا تھا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی فاطمہ اس موقعے پر رونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مت رو! کیونکہ فرشتے مسلسل اُس پر اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔

حضورِ انور نے شہدائے احد کی تکفین وتدفین اور نمازِ جنازہ کے متعلق متعدد روایات بیان فرمائیں۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے مطابق غزوہ احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں اکٹھا رکھا جاتا اور رسول اللہ ﷺ دونوں میں سے جو زیادہ قرآن جانتا اسے پہلے لحد میں اتارتے تھے۔ ان شہداء کو نہ نہلایا گیا اور نہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپؐ نے شہدائے احد کا جنازہ آٹھ سال بعد پڑھا تھا۔ سنن ابنِ ماجہ میں درج روایت کے مطابق غزوہ احد کے شہداء کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا جاتا اور آپؐ دس دس شہداء کا جنازہ پڑھتے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت آپؐ کے پاس ہی موجود رہتی جب کہ باقی شہداء کو لے جایا جاتا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف تاریخوں سے یہ استنباط کیا ہے کہ گو اس وقت نمازِ جنازہ ادا نہیں کی گئی لیکن بعد میں زمانہ وفات کے قریب آنحضرت ﷺ نے خاص طور پر شہدائے احد پر جنازہ کی نماز ادا کی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

میں نے اپنے والد کے لئے غزوہ احد کے چھ ماہ بعد قبر بنائی اور انہیں اس میں دفن کیا تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں دیکھا۔ غزوہ احد کے چھیالیس برس بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہر جاری کی تو اس کا پانی شہدائے احد میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبروں میں داخل ہوگیا۔ ان پر دو چادریں پڑی ہوئی تھیں، جب زخم سے ہاتھ ہٹایا گیا تو خون جاری ہوگیا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ ناممکن ہے، اس قسم کی بعض روایتیں بھی بیچ میں آجاتی ہیں جو محلِ نظر ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ یہ قانونِ قدرت ہے، چھیالیس سال بعد تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اثر نہ ہوا ہو اور ہڈیاں نہ رہ گئی ہوں۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والد کی شہادت اور قرض داروں کے اصرار کے باعث اداس دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے مگر تمہارے والد سے آمنے سامنے ہو کر کلام کیا اور فرمایا کہ اے میرے بندے! مجھ سے مانگ کہ میں تجھے دوں۔ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے دوبارہ زندہ کردے تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو ایک بار مر جائے وہ دنیا میں دوبارہ نہیں لوٹائے جائیں گے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میرے پیچھے رہنے والوں تک یہ بات پہنچا دے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے خلافت سے قبل اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قلبی کیفیت کی خبر دے کر دراصل اللہ تعالیٰ آپؐ کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ تیرا ایسا عشق ہم نے اپنے عارف بندوں کے دل میں بھر دیا ہے کہ عالمِ گزران سے گزر جانے کے بعد بھی تیرا خیال انہیں ستاتا ہے۔ وہ تجھے میدانِ جنگ میں تنہا چھوڑ کے چلے جانے پر کس طرح کبیدہ خاطر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرض کی ادائیگی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی کھجوریں قرض خواہوں میں تقسیم فرمائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب قرض ادا ہونے کے بعد بھی کھجوریں بچ گئیں۔

اگلے صحابی حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو اپنی کنیت ابودجانہ سے زیادہ مشہور تھے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو ساعدہ سے تھا۔ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مؤاخات حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم فرمائی گئی تھی۔ شجاع اور ماہر گھڑ سوار حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر سمیت دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے اور ان کا شمار انصار کے کبار صحابہؓ میں ہوتا تھا۔ دورانِ جنگ آپؓ اپنے سر پر سرخ رومال باندھ کر اپنی پہچان ظاہر فرماتے۔ آپؓ غزوہ احد میں ثابت قدم رہنے والے اصحابؓ میں سے تھے۔ احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار پکڑی اور فرمایا کہ اسے مجھ سے کون لے گا؟ اس پر ہر ایک نے کہا کہ میں لوں گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کون اس کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ اس پر لوگ رک گئے لیکن حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس تلوار سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کافر کے مقابل پر نہ بھاگنا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکروں کے درمیان تفاخرانہ چال چلتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو ایسی چال سوائے اس مقام یعنی جنگ کے موقعے کے ناپسند ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد کے روز کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جو بھی آیا وہ اس کو ہلاک کرتے اور کاٹتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ لشکر سے گزر کر ان عورتوں کے سروں پر جا پہنچے جو پہاڑ کے دامن میں دف بجا رہی تھیں۔ آپؓ نے ایک عورت پر تلوار چلانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی تکریم کی خاطر اسے عورت پر چلانے سے روک لیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ عورتوں کے ادب اور احترام کی ہمیشہ تعلیم دیتے جس کی وجہ سے کفار کی عورتیں زیادہ دلیری سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی تھیں مگر پھر بھی مسلمان ان باتوں کو برداشت کرتے چلے جاتے تھے۔

مشہور مستشرق سر ولیم میور حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیری کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خود کے ساتھ سرخ رومال باندھے اس تلوار کے ساتھ جو اسے محمد ﷺ نے دی تھی چاروں طرف موت بکھیرتا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے مدینے پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لئے 12 ہجری میں لشکر روانہ کیا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس لشکر کا حصہ تھے۔ مسیلمہ کذاب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یمامہ کے ایک باغ میں محصور ہوا تو آپؓ کے کہنے پر مسلمانوں نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغ کے اندر پھینک دیا۔ اس طرح آپؓ کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی لیکن آپؓ نے بڑی بے جگری سے لڑائی کی اور مشرکین کو وہاں سے ہٹا دیا چنانچہ مسلمان اندر داخل ہوگئے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شامل تھے۔ آپؓ نے جنگِ یمامہ کے روز ہی شہادت پائی۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چار مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکرِ خیر مکرم محبوب خان صاحب ابن سید جلال صاحب ضلع پشاور کا تھا۔ آپ کو 8 نومبر 2020ء کی صبح 8 بجے مخالفینِ احمدیت نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

مرحوم کی عمر تقریباً اسی سال تھی۔ آپ بے شمار خوبیوں کے مالک، عبادت کا ذوق اور دعوت الی اللہ کا شوق رکھنے والی شخصیت کے مالک تھے۔ مہمان نوازی اور سخاوت آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے، دو بیٹیاں، پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

دوسرا جنازہ مکرم فخر احمد فرخ صاحب ابن سیف الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ پاکستان کا تھا۔ مرحوم یکم نومبر 2020ء کو ایک حادثے میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ۔

آپ نے 1996ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاکستان اور آئیوری کوسٹ میں خدمت کی توفیق پائی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹیاں شامل ہیں۔

تیسرا جنازہ مکرم فخر احمد فرخ صاحب کے بیٹے عزیزم احتشام احمد عبداللہ کا تھا۔ یہ اپنے والد کے ہم راہ اسی حادثے میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن.

مرحوم وقفِ نو کی تحریک میں شامل اور فرسٹ ایئر کے طالبِ علم تھے۔

چوتھا جنازہ مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ابن میاں عبداللطیف صاحب ریٹائرڈ اکنامک ایڈوائزر سٹیٹ بینک آف پاکستان کا تھا۔ ان کی 14 ستمبر 2020ء کو 92 برس کی عمر میں وفات ہوگئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن.

مرحوم قادیان کے تعلیم الاسلام کالج کے اولین طلباء میں شامل تھے۔ مرحوم آئی ایم ایف جیسے عالمی مالیاتی اداروں کے ساتھ وابستہ رہنے کے علاوہ جماعتی سطح پر قائم کمیٹیوں کے بھی فعال رکن رہے۔

حضورِانور نے تمام مرحومین کی بلندی درجات کے لئے دعا کی۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 20 نومبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 20 نومبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن صحابی کا پہلے ذکر ہوگا ان کا نام ہے حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنونجار سے تھا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ آپؓ ان چھ افراد میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے مکہ آکر بیعت کی۔ اسی طرح آپؓ بیعتِ عقبہ میں بھی شامل تھے۔ غزوہ بدر کے روز رسول خدا ﷺ نے حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استفسار پر فرمایا کہ اللہ اپنے بندے سے سب سے زیادہ اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اس کا ہاتھ جنگ میں مصروف ہو اور زرہ کے بغیر بے خوف لڑ رہا ہو۔ یہ سن کر حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زرہ اتار دی اور جانفشانی سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ کتب احادیث و سیر میں ابوجہل پر حملہ کرنے والے صحابہؓ میں آپؓ کا نام بھی ملتا ہے۔

حضورِانور نے اس کے بعد اگلے بدری صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمایا۔ آپؓ کا نام خالد اور تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھا۔ آپؓ کو بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شمولیت کی توفیق ملی تھی۔ رسول خدا ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مؤاخات حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم فرمائی تھی۔ ہجرتِ مدینہ کے فوری بعد آنحضرت ﷺ آپؓ کے گھر قیام فرما رہے۔

حضورِانور نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے ان واقعات کی تفصیل بیان فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کی میزبانی کا فخر حاصل کرنے کے لئے بنونجار کے قبیلے کا ہر شخص متمنی تھا چنانچہ وہ لوگ آگے بڑھ بڑھ کر آپؐ کی اونٹنی کی باگوں پر ہاتھ ڈال دیتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو یہ اس وقت مامور ہے۔ اونٹنی چلتے چلتے دو بچوں کی افتادہ زمین پر بیٹھ گئی۔ حضورِاکرم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی منشا میں یہی ہماری مقام گاہ ہے اور چونکہ ہم کسی کا مال مفت نہیں لے سکتے چنانچہ اس زمین کی قیمت مقرر کی گئی اور بعد ادائیگی اس جگہ پر مسجد اور مکانات بنانے کا فیصلہ ہوا۔ حضورِاکرم ﷺ نے قریب ترین مسلمان کے گھر کے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ لپک کر آگے بڑھے۔ رسولِ خدا ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی نچلی منزل پر فروکش ہوئے۔ رات میں اتفاقاً پانی کا کوئی برتن ٹوٹ گیا تو اس خیال سے کہ کہیں پانی کا کوئی قطرہ نچلی منزل پر نہ گر جائے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا لحاف پانی پر گرا کر اسے خشک کردیا۔ اگلی صبح آپؐ نے بکمال اصرار رسولِ خدا ﷺ کو اوپر کی منزل پر قیام پذیر ہونے کے لئے رضامند کرلیا۔ آنحضور ﷺ اس مکان میں سات ماہ قیام فرما رہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا تیار کرکے بھجواتے پھر جو بچا ہوا کھانا آتا سارا گھرانہ وہ کھاتا۔

آپؓ کھانا کھاتے ہوئے شوقِ محبت میں اسی جگہ سے کھانا کھاتے جہاں حضورِاکرم ﷺ نے انگلیاں ڈالی ہوتیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا تیار کیا جس میں لہسن شامل تھا۔ جب وہ کھانا واپس آیا تو عِلم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے آج کھانا تناول نہیں فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا لہسن حرام ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں! لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ ایک دوسری روایت میں ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس فرشتے آتے تھے اس وجہ سے آپؐ بو والی چیز پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رخصتانے کی شب آپؓ اس ڈر سے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابھی نئی نئی کفر سے نکل کر اسلام میں آئی ہیں، کہیں ان سے رسول کریم ﷺ کو کوئی خطرہ نہ ہو، ساری رات رسول اللہ ﷺ کے خیمے کے باہر، حفاظت کی غرض سے پہرہ دیتے رہے۔ آنحضور ﷺ نے آپؓ کو دعا دی کہ اے اللہ! ابو ایوبؓ کی حفاظت فرما جس طرح اس نے پوری رات میری حفاظت کرتے ہوئے گزاری۔

حضورِانور نے حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک طویل روایت بیان فرمائی جس میں ذکر تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے ہر اس شخص پر آگ حرام کردی ہے جو سچی نیت سے خدا کی رضا کی خاطر لَآ اِلٰہ اِلا اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روایت کے متعلق فرمایا ہے کہ بخدا میں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسا کہا ہو۔

قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ روایت کے اصول کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درایت یعنی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق اس روایت کو قبول نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ یونہی ہر روایت کو قبول نہ کرلیا کرتے تھے بلکہ روایت اور درایت ہر دو کے اصول کے ماتحت پوری تحقیق کر لینے کے بعد قبول کرتے تھے۔

حضرت سید ولی اللہ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روایت میں مذکور ان الفاظ کو بنیاد بناتے ہوئے کہ جو دل سے چاہتے ہوئے خدا کی رضا کی خاطر لَآ اِلٰہ اِلا اللّٰہ پڑھتا ہے، فرماتے ہیں کہ یہ جملہ خود بتا رہا ہے کہ یہ اقرارِ توحید کس قسم کا ہے۔

ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی ریشِ مبارک سے کوئی تنکا وغیرہ الگ کیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں دعا دی کہ اللہ ابوایوبؓ سے وہ چیز دور کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ آپؓ جنگِ جمل، جنگِ صفین اور جنگِ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے اگلے حصے میں شامل تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفے کو دارالخلافہ بنایا اور وہاں منتقل ہوئے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینے کا گورنر بنادیا اور آپؓ چالیس ہجری تک مدینے کے گورنر رہے۔ جب امیر معاویہ کی شامی فوج مدینے پر حملہ آور ہوئی تو آپؓ مدینہ چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوفہ چلے گئے۔ عہدِ امیر معاویہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ چلے گئے جہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؓ کے لئے اپنا گھر خالی کیا اور فرمایا کہ میں آپؓ کے ساتھ ضرور ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا

تھا۔حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت عمدہ مہمان نوازی کے علاوہ آپؓ کو چالیس ہزار درہم اور بیس غلام بھی دیئے۔

امیر معاویہ کے عہدِ حکومت میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ایک حدیث کی روایت کے لئے بڑھاپے میں مصر کے سفر کی زحمت گوارا کی۔ایک جنگ میں اموالِ غنیمت کی تقسیم کے موقعے پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی عورت کو روتے ہوئے دیکھ کر وجہ جاننی چاہی۔ معلوم ہوا کہ اسے اور اس کے بیٹے کو جدا کر دیا گیا ہے۔آپؓ نے اس عورت کے بچے کا ہاتھ پکڑ کر اس عورت کے حوالے کیا اور کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے ماں اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی ڈالی تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان قیامت کے دن جدائی ڈال دے گا۔

حضورِانور نے عہدِ حاضر میں امریکہ وغیرہ ممالک میں پناہ گزینوں سے روا رکھے جانے والے سلوک کا حوالہ دے کر فرمایا کہ یہ اسلام پر اعتراض کرنے والے دیکھیں کہ خود کیا کر رہے ہیں۔ اسلام تو اس حد تک خیال رکھتا ہے، تلقین کرتا ہے کہ ماں کو بچوں سے جدا نہ کرو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فضل و کمال اس قدر مسلم تھا کہ خود صحابہؓ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ اسی طرح جلیل القدر تابعین کی ایک وسیع جماعت بھی آپؓ کے ارادت مندوں میں داخل تھی۔حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم ﷺ کے بعد اپنی وفات تک جہاد سے چمٹے رہے یہاں تک کہ آپؓ کی وفات باون ہجری میں قسطنطنیہ میں ہوئی۔ یزید بن معاویہ نے ان کا نمازِ جنازہ پڑھایا۔آپ کا مزار ترکی کے شہر استنبول میں ہے۔

حضورِانور نے فرمایا کہ اب بدری صحابہؓ کا ذکر تو ختم ہو گیا لیکن چاروں خلفاء کا تفصیلی ذکر ان شاءاللہ بیان کروں گا۔اسی طرح شروع میں بعض صحابہؓ کا مختصر ذکر ہوا تھا اگر ان کے متعلق کچھ اور مواد میسر آیا تو وہ بھی بیان کروں گا۔

خطبے کے اختتام پر حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چار مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا:

پہلا ذکر مکرم عبدالحئی منڈل صاحب معلم سلسلہ بھارت کا تھا۔ آپ 25 ستمبر 2020ء کو 53 برس کی عمر میں حرکتِ قلب بند ہوجانے کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

دوسرا ذکرِ خیر مکرم سراج الاسلام صاحب معلم سلسلہ ضلع مرشد آباد بنگال کا تھا۔آپ 14 اکتوبر 2020ء کو 60 برس کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے تھے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم نے اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

تیسرا ذکرِ خیر مکرم شاہد احمد خان پاشا صاحب کا تھا جو 26 اکتوبر 2020ء کو 85 برس کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے، حضرت نواب محمد علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے، حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت نواب عبداللہ خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔مرحوم کی دو شادیاں تھیں۔پہلی شادی صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوئی تھی۔اس شادی سے آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔دوسری شادی مکرمہ ثمینہ سعید صاحبہ سے ہوئی۔اس شادی سے ایک بیٹا ہے۔

آخری ذکرِ خیر مکرم سید مسعود احمد شاہ صاحب آف شیفیلڈ، یوکے کا تھا۔آپ 8 ستمبر 2020ء کو حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی شامل ہیں۔

حضورِانور نے جملہ مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کی۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 27 نومبر 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 27 نومبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر سے خلفائے راشدین کا ذکر شروع کروں گا۔ آپؓ کے والد کا نام عبدمناف اور کنیت ابوطالب تھی۔آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم تھا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثتِ نبوی سے دس برس قبل پیدا ہوئے تھے۔آپؓ کا قد درمیانہ، آنکھیں سیاہ، جسم فربہ اور کندھے چوڑے تھے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین بھائی طالب، عقیل اور جعفر جب کہ دو بہنیں ام ہانی اور ام جمانہ تھیں۔ان میں سے طالب اور ام جمانہ کے علاوہ سب نے اسلام قبول کرلیا تھا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوالحسن، ابوسبطین اور ابو تراب تھی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر پر نہ تھے۔علم ہوا کہ آپؓ مسجد میں سو رہے ہیں۔جب آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں لیٹے ہوئے تھے اور ان کے پہلو سے چادر ہٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے آپؓ کے پہلو پر کچھ مٹی لگ گئی تھی۔آنحضرت ﷺ نے وہ مٹی پونچھی اور فرمایا اٹھو یا ابوتراب! اٹھو اے ابوتراب!! یوں آپؓ اس کنیت سے پکارے جانے لگے۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت باعزت مگر غریب اور کثیر العیال تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خوش حال چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کر حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیال داری میں کمی کے متعلق سوچا۔جب آپؐ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس رہنے دو اس کے علاوہ جو مرضی کرو۔چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعفر کو اپنے زیرِ کفالت لے لیا۔اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر چھ سات برس تھی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبولِ اسلام کے اگلے روز آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نماز پڑھتے دیکھ کر حیرانی کا اظہار کیا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا چنیدہ دین ہے پس میں تمہیں لات اور عزیٰ کے انکار اور اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رات گزاری اور اگلی صبح اسلام قبول کرلیا۔اس وقت آپ کی عمر 13 برس تھی۔

مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے کون تھے؟ اس کے متعلق قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے گھر میں بچوں کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ ان دونوں کو تو شاید کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت نہ تھی۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمہ طور پر مقدم اور سابق الایمان تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بلا تامل، بلا توقف اور بلا پس وپیش آنحضرت ﷺ کے دعوے کی تصدیق کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ سے مانگنے پر ایک مددگار ملا تھا مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی شان دیکھو کہ آپؐ کو بن مانگے مددگار مل گیا۔ جب آپؐ کے گھر میں خدا تعالیٰ کی وحی کے متعلق باتیں ہوئیں تو حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام جو آپؐ کے گھر میں رہتے تھے آگے بڑھے اور ایمان لے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی عمر دس گیارہ سال تھی، وہ دروازے کے ساتھ کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گفتگو کو سن رہے تھے۔ وہ شرماتے ہوئے آگے بڑھے اور عرض کی کہ جس بات پر میری چچی اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے ہیں میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول کریم ﷺ کے ساتھ اپنے والد اور باقی تمام قوم سے چھپ کر مکے کی گھاٹیوں میں نماز ادا کیا کرتے۔ ایک روز ابوطالب نے ان دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ سے اس نئے دین کی بابت دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دینِ ابراہیم ہے اور مختصراً اسلام کی دعوت دی۔ حضرت ابوطالب نے جواب دیا کہ میں اپنے آباواجداد کے دین کو چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی ایسی چیز نہیں پہنچے گی جسے تو ناپسند کرتا ہو۔

اللہ کے حکم کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اپنے خاندان کے انذار کی خاطر ایک دعوت کا اہتمام فرمایا تھا۔ اس دعوت میں چالیس نفوس مدعو تھے۔ کھانے کے بعد جب آنحضرت ﷺ نے تقریر شروع کرنی چاہی تو بدبخت ابولہب نے کچھ ایسی بات کہہ دی جس سے سب لوگ منتشر ہو گئے۔ اس پر ایک مرتبہ پھر دعوت کا اہتمام کیا گیا اور اس بار آنحضرت ﷺ نے اسلام کا پیغام پہنچانے کے بعد فرمایا کہ بتاؤ اس کام میں میرا کون مددگار ہوگا۔ اس سوال پر سب خاموش رہے مگر ایک تیرہ سال کا دبلا پتلا بچہ اٹھا اور اس نے آپؐ کے مددگار بننے کے عزم کا اظہار کیا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کی آواز سن کر آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم جانو تو اس بچے کی بات سنو اور اسے مانو۔ یہ سن کر بجائے عبرت حاصل کرنے کے سب لوگ ہنس پڑے۔ ابولہب نے اپنے بڑے بھائی ابوطالب سے کہا کہ محمدؐ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی پیروی کرو۔

حضورِانور نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ واقعہ بچوں کو غور سے سننا چاہئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے سمجھا کہ خدا کے نزدیک یہی گیارہ سالہ بچہ جوان ہے، باقی بڈھے سب بچے ہیں۔ ان میں کوئی طاقت نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر تک آپؐ کے ساتھ رہے پھر آپؐ کے خلیفہ ہوئے اور آپؐ کی نسل کو بھی اللہ تعالیٰ نے نیک بنایا اور بارہ نسلوں تک برابر ان میں بارہ امام پیدا ہوئے۔

آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانی کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے حضورِانور نے فرمایا کہ جب اہلِ مکہ نے باہم مشورہ کر کے رسول کریم ﷺ کے گھر پر حملہ آور ہو کر آپؐ کو قید کرنے یا قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو وحی الٰہی سے آپؐ کو دشمنوں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مدینے ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تو آپؐ نے ہجرت کی تیاری شروع کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بستر پر لیٹیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی سرخ حزرمی چادر اوڑھ کر رات گزاری۔ مشرکین صبح کے وقت گھر میں داخل ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر میں پا کر آنحضرت ﷺ کے متعلق پوچھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے انہیں مکے سے نکل جانے کا کہا اور وہ چلے گئے۔ آپؓ اہلِ مکہ کی امانتیں لوٹا کر تین دن کے بعد ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عظیم الشان قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اس قربانی کے بدلے میں صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی عزت نہیں پائیں گے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد بھی عزت پائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پہلا افضل تو یہ فرمایا کہ انہیں رسول کریم ﷺ کی دامادی کا شرف بخشا۔ دوسرا فضل یہ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے دل میں ان کے لئے اتنی محبت پیدا کی کہ آپؐ نے بارہا ان کی تعریف فرمائی۔

حضورِانور نے ایک ہی واقعے کو مختلف ذریعوں سے پیش کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طرح واقعے کی تفصیل اور تشریح سے کئی نئی باتیں پتہ لگ جاتی ہیں۔ مذکورہ صحابی کی شخصیت کے کئی نئے پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا ہے۔ باقی ان شاءاللہ آئندہ پیش کروں گا۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضورِانور نے چار مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکرِ خیر مکرم ڈاکٹر طاہر محمود صاحب شہید ابن طارق محمود صاحب مڑھ بلوچاں ننکانہ صاحب پاکستان کا تھا۔ آپ کو 20 نومبر 2020ء کو نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد ایک سولہ سالہ نوجوان نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

شہید مرحوم کی عمر 31 برس تھی۔ حضورِانور نے فرمایا کہ یہ دشمنی کا نیا رنگ ہے کہ کم عمر لڑکوں کو انگیخت کر کے حملے کرواتے ہیں تاکہ سزا میں تخفیف یا معافی کے لئے عدالتوں میں کہہ سکیں کہ یہ تو بالغ نہیں ہے۔ اس حملے میں شہید مرحوم کے والد، تایا اور زعیم خدام الاحمدیہ بھی زخمی ہوئے۔ شہید کے والد شدید زخمی ہیں اور ابھی تک ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ مرحوم تبلیغ کا شوق اور خلافت سے بے انتہا محبت رکھنے والے، جماعتی عہدیداران اور مرکزی مہمانان کا بے حد احترام کرنے والے بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ پسماندگان میں والد، والدہ، ایک بھائی اور ایک بہن شامل ہیں۔

دوسرا جنازہ مکرم جمال الدین محمود صاحب آف سیرالیون کا تھا۔ آپ 3 نومبر 2020ء کو دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

مرحوم عرصہ 16 برس سے نیشنل جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ مرحوم مخلص اور فدائی خادمِ دین تھے۔ تہجد گزار، نمازوں کے پابند، اطاعت کا جذبہ اور خلافت سے عشق کا تعلق رکھنے کے ساتھ مرحوم کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ ساری دنیا کے احمدیوں کو قوم پرستی سے بچا کر ایک خاندان بنانے کے عملی مصداق تھے۔

(باقی صفحہ 31)

قسط نمبر 11

دعوت الیٰ اللہ میں حکمت کے تقاضے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

’’پس اگر لوگ خدا کی طرف بلائیں اور اُن کے عمل صالح نہ ہوں تو دنیا یہ کہے گی کہ خدا کی طرف بلا رہے ہو۔ کیا تم اُس خدا کی طرف بلا رہے ہو جس کے ماننے کے باوجود تمہارے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ تم اُسی طرح ظالم ہو، اُسی طرح سفاک ہو، اُسی طرح لوگوں کے حق مارتے ہو، اُسی طرح جھگڑوں میں مبتلا ہو جس طرح دنیا جھگڑوں میں مبتلا ہے۔ عورتیں مردوں کے حقوق ادا نہیں کر رہیں۔ مرد عورتوں کے حقوق ادا نہیں کر رہے۔ بنی نوع انسان سے کوئی سچی ہمدردی نہیں ہے۔ کوئی بیمار ہو تو دل میں دکھ محسوس نہیں ہوتا۔ کوئی مصیبت میں مبتلا ہو تو اُسے دُور کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی اور پھر کہتے ہو کہ آؤ ہم تمہیں خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر خدا کی طرف بلانے والوں کا یہ حال ہے تو پھر نہ بلانے والوں سے فرق کیا ہے۔ ہم کیوں اپنی جگہ چھوڑ کر تمہارے ہاں آنے کی تکلیف کریں۔

غرض یہ اِس بات کا طبعی نتیجہ ہے کہ اگر عمل صالح کی شرط پر عمل نہ ہو رہا ہو تو دعوت الی اللہ کامیاب ثابت نہیں ہوتی۔ عمل صالح یا اعمال صالحہ کا پیدا ہونا خدا کو حاصل کرنے کا نتیجہ ہے نہ کہ خدا کی طرف بلانے کا نتیجہ۔ یہ بات میں آپ پر کھولنا چاہتا ہوں کیونکہ خدا کی طرف بلانے والے تو لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں ہوں گے جن کے اعمال گندے ہیں، جن کا کردار گواہی دیتا ہے کہ انہوں نے اُس ذات سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا جس کی طرف بلا رہے ہیں تو عمل صالح کی شرط سے وہ کیوں محروم ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک خیالی خدا کی طرف بلا رہے ہیں، انہوں نے پایا کچھ نہیں۔ اگر پا لیا ہوتا تو خدا اُن کی ذات میں ظاہر ہو جاتا، اُن کی ذات میں نظر آنے لگتا۔‘‘

(خطباتِ طاہرؒ۔ جلد دوم، صفحہ 153)

شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا

کووِڈ 19 سے نجات کیسے ممکن ہے؟

کووڈ:19 ڈھونگ یا حقیقت؟ افواہیں، ویکسین اور بچاؤ کے آسان طریق

ماہر متعدی امراض ڈاکٹر فہیم یونس صاحب کے ساتھ ایک نئی سیر حاصل گفتگو

ترجمہ وترتیب: مکرم ڈاکٹر طارق احمد مرزا صاحب، آسٹریلیا

ریویو آف ریلیجنز نے ڈاکٹر فہیم یونس صاحب سے کووڈ۔ 19 کے تناظر میں پیدا ہونے والے بحران کے حوالے سے چھ ماہ گزر جانے کے بعد دوبارہ ایک گفتگو کا اہتمام کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف یونیورسٹی آف میری لینڈ یوسی ایچ میں شعبہ امراض متعدی کے سربراہ اور چیف کوالٹی کنٹرول آفیسر ہیں۔

انٹرویو میں بیان کردہ جملہ نکات وتصریحات ڈاکٹر فہیم یونس صاحب کی ذاتی آراء پر مبنی ہیں۔ ہم آپ کو ہمہ وقت تغیر پذیر صورت حال سے خود کو باخبر رکھنے کے لئے عالمی ادارہ صحت (World Health Organisation) کی ویب سائٹ سے استفادہ کرتے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ انٹرویو ریویو آف ریلیجنز کی نمائندہ محترمہ سارہ وسیم صاحبہ نے لیا جو نیشنل ہیلتھ سروسز یوکے میں بطور کلینکل سائیکالوجسٹ پیشہ ورانہ خدمات سرانجام دیتی ہیں اور ریویو آف ریلیجنز کے ادارتی بورڈ کی ممبر بھی ہیں۔

افادہ عام کے لئے ریویو آف ریلیجنز کے شکریہ کے ساتھ اس انٹرویو کی اردو تلخیص سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن سے لے کر قارئین احمدیہ گزٹ کینیڈا کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ انگریزی میں اصل انٹرویو پڑھنے اور سننے کے لئے درج ذیل لِنک سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

https://www.reviewofreligions.org/date/2020/10/

چونکہ کووڈ۔19 کی دوسری لہر پہلے سے زیادہ خطرناک ہے، متاثرین اور اموات کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے اور ویکسین کے بارہ میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہورہے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس معلومات افزا مضمون کو ایک ہی قسط میں جلد از جلد افادہ عام کے لئے ہدیہ قارئین کردیا جائے۔

(ادارہ)

نمائندہ: السلام علیکم ڈاکٹر یونس۔

ڈاکٹر فہیم یونس: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، جزاکم اللہ مجھے گفتگو کا موقع دینے کا۔

نمائندہ: نہیں، آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے ایک بار پھر ہمیں وقت دیا۔

چھ ماہ قبل ہم نے کووڈ۔ 19 وبا کے آغاز میں آپ سے گفتگو کی تھی اور اس پر اب تو چھ ماہ ہوگئے ہیں۔ یہاں یوکے میں دیگر یوروپین ممالک کی طرح لگتا ہے اب تو کووڈ کی دوسری لہر بھی آچکی ہے۔ پوری دنیا میں شرح اموات بڑھتی چلی جارہی ہے۔ کیا چھ ماہ قبل آپ کو توقع تھی کہ ایسا ہوگا؟

ڈاکٹر فہیم یونس: جی ہاں۔ میرے خیال میں اس کا اچھا پہلو بھی ہے اور برا بھی۔ برا پہلو یہ ہے کہ ترقی یافتہ دنیا کے زیادہ تر حصہ نے اس وائرس کو حقیقتاً اچھی طرح سے کنٹرول نہیں کیا۔ میں خاص کر یورپ اور امریکہ کے حوالے سے بات کررہا ہوں۔

خصوصاً امریکہ میں تو ہم سیاست کی وجہ سے انتہائی گروہ بندی میں مبتلا ہوچکے ہیں۔ ہمارے پاس دنیا کے بہترین سائنسدان تھے، بہترین انفرا سٹرکچر، بہترین معلومات تھیں۔ اور اس کے باوجود سب سے زیادہ کیس ہمارے ہاں امریکہ میں ہیں۔ یورپ میں یہ دوبارہ زور پکڑ رہا ہے، جیسا کہ آپ نے نشاندہی کی، تو یہ وہ امر ہے جو کچھ مایوس کن ہے۔

اچھا پہلو کیا ہے؟ میرے خیال میں اچھا یہ ہے کہ اس نے اب تک ہم سب میں مشترکہ انسانی اقدار کو بہت اجاگر کیا ہے۔

آج ہماری ٹیسٹ کرنے کی شرح چھ ماہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ ہمارے معالجاتی قواعد وضوابط بہت مستحکم ہوچکے ہیں۔ اور چند برطانوی تجزیوں کے مطابق انتہائی نگہداشت والے مریضوں کی شرح اموات میں 30 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔

میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ بعض ایسی بیماریاں بھی ہیں جن کا علاج ہم پچیس تیس سال سے کررہے ہیں اور ان کی شرح اموات میں 30 فیصد کمی نہیں لائی جاسکی۔

مثلاً عفونت ہے۔ (Sepsis: جس میں سارے خون میں انفیکشن پھیل جاتا ہے۔ ناقل)۔ میری پریکٹس کے 25 برسوں میں اس کی شرح اموات میں 30 فیصد کمی واقع نہیں ہوئی جب کہ کووڈ کی شرح اموت میں چھ ماہ کے اندر 30 فیصد سے زائد کمی واقع ہوچکی ہے۔ تو یہ بہت ہی بڑی بات ہے۔

پھر یہ بھی بہت بڑی بات ہے کہ ہم ممکنہ طور پر ریکارڈ ٹائم کے اندر ایک ویکسین بھی حاصل کرلیں گے۔

تو یہ ہے اس وبا سے متعلق اب تک کا اچھا اور برا پہلو۔

نمائندہ: تو آپ کے خیال میں اب ہم ایک بہتر دنیا میں موجود ہیں؟

ڈاکٹر فہیم یونس: دلچسپ سوال ہے۔ میرے خیال میں خدانخواستہ اگر کسی کو سال 2020ء میں کووڈ میں مبتلا ہونے کے لئے (وقت منتخب کرنے کا) اختیار دیا جاتا تو وہ آج کووڈ پازیٹو ہونے کو ترجیح دیتا بہ نسبت مارچ یا اپریل کے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

ہم ٹیسٹ کرنے، ہسپتالوں کی گنجائش، حفاظتی لباس، علاج کے اعتبار سے کہیں بہتر ہوچکے ہیں لیکن کیا بحیثیت قوم ہمارا ملک بہتر ہے؟ کیا سیاسی جغرافیائی اعتبار سے ہم بہتر مقام پر ہیں؟ میرے

خیال میں ایسا نہیں۔

اس کا بڑا حصہ محض ایک باریک خول ہے جس کے نیچے بہت زیادہ معاشی ہیجان برپا ہے۔

2004ء کی بات ہے، ان دنوں میں ہیومینیٹی فرسٹ کے لئے کام کر رہا تھا، یقین کریں مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ لفظ ''سونامی'' کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ جب سونامی آئی تب ہمیں ادراک ہوا کہ اچھا، دراصل سمندر کی تہ میں زلزلہ آتا ہے جو کچھ منٹوں یا گھنٹوں کے بعد سطح زمین پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔

تو مجھے تشویش ہے کہ کہیں اس عالمی وبا کے بعد اس سے جڑی کوئی ''خاموش سونامی'' آج سے تین سال، چار سال یا سات سال بعد تو نہیں آنے والی؟

نمائندہ: اس کے بارے میں آپ مزید کچھ بتانا چاہیں گے؟ جب آپ نے کہا کہ خاموش سونامی آ رہی ہے تو آپ کی مراد اس کے معاشی اثرات ہیں یا معاشی اور طبی دونوں؟

ڈاکٹر فہیم یونس: میرے نزدیک مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کے پاس اس کے سوا اور کوئی توجیہہ باقی نہیں رہتی کہ ان امور کا ناطہ قرآن مجید کے جملہ فرمودات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے جوڑیں جو کہ آخری زمانہ سے متعلق ہیں، جن کے بارے میں ہمارے خلفاء ہمیں یاددہانی کرواتے رہتے ہیں۔

اب ذرا یاد کریں کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جو کچھ فرماتے رہے ہیں۔ اور یہ بات میں ایک سائنٹسٹ کی حیثیت سے کر رہا ہوں، میں اس چیز کو ضرورت سے زیادہ مذہبی رنگ دینے کی کوشش نہیں کر رہا لیکن حقائق حقائق ہیں، کیا ہم اپنی آنکھوں سے نئے بلاک بنتے نہیں دیکھ رہے؟ یقیناً دیکھ رہے ہیں۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ روس ایک سمت کو جا رہا ہے، چین دوسری سمت۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک ماہ کے اندر امریکہ میں انتہائی اہمیت کے حامل الیکشن ہونے جا رہے ہیں۔ (جو نومبر میں ہو چکے ہیں۔ناقل) ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے ممالک کی جی ڈی پی (مجموعی ملکی پیداوار) میں بہت زیادہ کمی واقع ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ ان ممالک کو بھی دیکھ رہے ہیں جہاں کھلبلیں جاری ہیں، جہاں حقیقتاً وبا کا نام ونشاں تک نہیں۔ چین، تائیوان، ہانگ کانگ، جنوبی کوریا، ویت نام، نیوزی لینڈ، جرمنی اچھی حالت میں ہیں۔

پس جب آپ یہ سب کچھ دیکھتے ہیں اور پھر اذیت میں مبتلا انسانیت کو دیکھتے ہیں، غیر یقینی کی صورت حال کو بھی، اور پھر کس طرح ہم نے وائرس پر سیاست جاری رکھی ہوئی ہے، تو بالآخر یہ باتیں آپ کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

یہ بہت نازک مراحل ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ دنیا نے گذشتہ بیس برسوں میں جو ایک انتہائی پُرامن اور عظیم الشان کام کرنے کی کوشش کی ہے وہ خود کو جوہری ہتھیاروں سے پاک کرنا ہے۔

آپ جانتے ہیں ہم سب جوہری ہتھیاروں کے بارے میں سوچا کرتے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ ہمیں حفاظت کا احساس دلاتے ہیں۔ لیکن اب کوئی نہیں جو جا کر اس وائرس کو جوہری ہتھیار سے مار سکے۔

یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ثابت ہونا چاہئے۔

نمائندہ: کیا آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ نتیجۃً ہم تیسری جنگ عظیم کی جانب بڑھ رہے ہیں؟ جیسا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی متعدد مواقع پر فرمایا ہے؟

ڈاکٹر فہیم یونس: جی ہاں۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ایک باپ ہی کہہ سکتا ہے، بیٹا انہیں دہرانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ بات بھی اسی قسم کی ہے۔

میں تو لوگوں کو بس یہی کہوں گا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اسے غور سے سنیں۔ لیکن میں ان کے الفاظ کو دہرانے کی اپنے اندر جرأت یا استعداد نہیں رکھتا۔ آپ نے سوال بالکل مناسب کیا ہے لیکن میں صرف استغفار ہی کر سکتا ہوں۔ یہ بات میری رگ وپے میں سنسنی سی دوڑا دیتی ہے۔

نمائندہ: اس موضوع کی طرف ہم شاید بعد میں دوبارہ آئیں۔ سردست میں گزشتہ چھ ماہ سے جاری آپ کی خدمات کے حوالے سے کہنا چاہوں گی کہ آپ اس وبا سے نبٹنے کے لئے سادہ سے اصولوں کو اپنانے پر کافی زور دیتے چلے آ رہے ہیں جن میں ہاتھوں کو دھونا، سماجی فاصلہ برقرار رکھنا اور فیس ماسک پہننا شامل ہیں۔ آپ کے خیال میں یہ اقدامات کامیاب ثابت ہو رہے ہیں؟

ڈاکٹر فہیم یونس: یقیناً۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں جو کچھ بھی کہتا ہوں خود کو اکثریت کے ساتھ ہم آہنگ کر کے کہتا ہوں۔ افریقی ضرب المثل ہے کہ اگر تم تیز چلنا چاہتے ہو تو اکیلے چلو، اگر تم دور تک چلنا چاہتے ہو تو پھر دوسروں کے ساتھ مل کر چلو۔ تو سائنسی اعتبار سے میں نے ہمیشہ سائنسی برادری کے ساتھ مل کر چلنے کی کوشش کی ہے۔

میں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو عالمی ادارہ صحت کہہ رہا ہے، سی ڈی سی (امریکی ادارہ برائے تدارک وتحفظ از امراض۔ناقل) کہہ رہا ہے اور یہ بعینہٖ وہی ہے جو دیگر ممالک نے کیا ہے۔

آپ کو علم ہے، نیوزی لینڈ نے اندر خانے کوئی خفیہ ویکسین تو بنا کر نہیں رکھی ہوئی جسے وہ دنیا کو بتانا نہیں چاہتے اور خفیہ طور پر صرف اپنے لوگوں کو لگا رہے ہیں یا اسی طرح چین یا جنوبی کوریا یا تائیوان یا ویت نام۔

میں ہمیشہ ویت نام کا ذکر کرتا ہوں کیونکہ اس نسبتاً غریب ملک کے تقریباً ایک سو ملین لوگوں کو وہ اعلیٰ قسم کی معالجاتی سہولتیں بھی دستیاب نہیں جو ہمیں دستیاب ہیں۔ انہوں نے اس وبا کا قلع قمع کیسے کر لیا؟ انہی سادہ طریق کو اپنا کر۔

قومی سطح پر "test, trace, and isolate" کی پالیسی اپنائی جاتی ہے۔ انفرادی سطح پر فیس ماسک، سماجی فاصلہ اور ہجوم سے دُوری کام آتے ہے۔

میں لوگوں کو یہی کہتا ہوں کہ سادہ نوعیت کے مسائل کے لئے قیمتی قسم کے حل مت تلاش کریں۔ یہ آزمودہ بات ہے اور ہمارے لئے کافی ہے۔

نمائندہ: بہت خوب، تاہم کوئی یہ سوال اٹھا سکتا ہے کہ یہ ان ممالک میں قابل عمل کیسے ہو سکتے ہیں جہاں غربت کی انتہا ہے، جو گنجان آباد ہیں، جہاں ایک چھت تلے بڑے بڑے خاندان مل کر رہنے پر مجبور ہیں تو وہاں سماجی فاصلہ قائم کرنا تو تقریباً ناممکن ہے۔ اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر فہیم یونس: آپ نے بالکل درست فرمایا ہے۔ مجھے اس سے مکمل اتفاق ہے۔ میرا نظریہ تو یہ ہے کہ قابل حصول چیز اس سے کہیں بہتر ہے جو محض ایک تمنا کی حیثیت رکھتی ہو۔ زندگی میں ہم اس اصول کا اطلاق محض وبائی ایام میں نہیں بلکہ تنگدستی میں اور ہر چیز میں ترجیحات مقرر کرتے ہیں۔

جب ہم صحت مند ہوتے ہیں تو روزہ رکھتے ہیں۔ اگر کوئی دائمی مرض لاحق ہو تو پھر فدیہ دیا جاتا ہے۔ سفر میں ہوں تو روزے نہیں رکھتے، بعد میں پورے کر لئے جاتے ہیں۔ تو یہ شرائط اور گنجائشیں موجود ہیں۔ اور اسی لئے اسلام ہمیں جس مذہب کی تعلیم دیتا ہے وہ اتنا قابل عمل ہے۔ اس لئے پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے لئے جو مناسب ترین متبادل دستیاب ہو اس کو اپنا لیں۔

دوسری بات جو ایسے ممالک کے حوالے سے ہے جہاں غربت ہے اور اس سے پہلے کہ میں بھول جاؤں یہ بتاتا چلوں کہ میں ذاتی طور پر کبھی بھی لاک ڈاؤن اور شٹ ڈاؤن کا کوئی بڑا حامی نہیں رہا۔ جب میں سماجی فاصلہ اور اس سلسلہ میں کئے جانے والے اقدامات

کی بات کرتا ہوں تو میں ہرگز یہ نہیں کہہ رہا ہوتا کہ ان ملکوں میں سب کچھ بند (شٹ ڈاؤن) کر دینا چاہئے کیونکہ ایسا کرنا تو غربت کے مارے، بہت سے ممالک کے لئے معاشی خودکشی ثابت ہوگا۔

مجھے معلوم ہے انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا (جیسے ممالک) میں لوگوں کا واحد مسئلہ سماجی دُوری رکھنا ہے۔ انہیں روزگارِحیات کے لئے ٹرین یا بس میں سفر کرنا پڑتا ہے تا کہ زندگی بسر کرسکیں۔ مجھے اس کا مکمل احساس ہے، لیکن ایسی صورت حال میں میرا پہلا مشورہ یہ ہے کہ اپنے لئے ایک N95 ماسک یا جو بھی بہترین ماسک دستیاب ہو اسے خرید لیں۔ اور میری رائے میں میڈیکل معیار کے N95 ماسک لوگوں کو مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہونی چاہئے۔

دوسرے ہاتھ بدستور دھوتے رہیں، لوگوں سے مصافحہ نہ کریں۔ اور تیسرے اپنے تئیں بھرپور کاوش کریں۔

ٹرین میں دو افراد ساتھ ساتھ کھڑے ہیں تو اتنا تو کر سکتے ہیں کہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے نہ ہوں۔ ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں جو لوگوں کے لئے مسئلہ ہو۔ اس کا مقصد عوام میں صحت کے بارے میں مستقلاً ایک ہی پیغام پہنچاتے رہنا ہے۔

میں نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں لگ بھگ 25,000 مریض دیکھے ہیں اور میں روزانہ یہی کام کرتا ہوں۔ جب لوگ مجھ سے یہ عملی نوعیت کے سوالات پوچھتے ہیں تو میں انہیں اپنے پاس کرسی پہ بٹھا کر تفصیل کے ساتھ بتاتا ہوں۔

تو میری رائے میں آپ کو مستقلاً یہی سادہ سا پیغام پہنچانے کی ضرورت ہے۔

اگر آپ ہجوم سے بچ نہیں سکتے، جیسا کہ میں ایک مخصوص مثال دیا کرتا ہوں کہ اگر میں لندن ٹیوب (زیرِ زمین چلنے والی ریل۔ ناقل) کے اندر کھڑا ہوں اور اس صورت حال سے بچنے کا اور کوئی متبادل انتظام نہیں تو پھر میں وہاں ایسی جگہ ڈھونڈوں گا جہاں کم از کم میں کسی کے روبرو کھڑا نہ ہوں، کوشش کروں گا کہ N95 ماسک پہنا ہو، جیب میں hand sanitizer کی بوتل بھی ہو اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے اس کے ساتھ اپنی راہ لوں گا!

نمائندہ: آپ کا بہت شکریہ۔ بہت ہی قابل عمل جواب آپ نے دیا ہے۔

اب تھوڑا مزید آگے بڑھتے ہیں۔ کووڈ کو پھیلے قریباً چھ ماہ بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔ آپ کے نزدیک کیا ہم کووڈ کے طویل المدت جسمانی اور دماغی صحت پر پڑنے والے بداثرات کو کچھ سمجھنے میں کامیاب ہو پائے ہیں؟ مثال کے طور پر کچھ مریض ایسے بھی ہیں جنہیں ہسپتال میں داخلہ کی ضرورت تو پیش نہیں آئی لیکن انہیں بظاہر (کووڈ سے) صحتیاب ہوجانے کے بعد اب بھی بہت سارے طبی مسائل کا سامنا ہے جسے اب مزمن کووڈ (Long COVID) کہا جانے لگ گیا ہے۔ اس کے بارہ میں کچھ بتائیے۔

ڈاکٹر فہیم یونس: یہ بہت مشکل سوال ہے۔ مختصر جواب یہ ہے کہ ہمیں ہر چیز کا علم نہیں۔ اور یہ بات اہم ہے۔... بہت سی باتیں ہیں جن کے بارہ میں ابھی کچھ پتہ نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ Subjective (جو مریض خود بتائے۔ ناقل) اور objective علامات (جنہیں معالج بھی جانچ سکے۔ ناقل) کا تعین کرنا پڑے گا۔ مثلاً سر درد ہے، اگر میں کہوں کہ میرے سر میں درد ہے تو آپ کے پاس اس کی پیمائش کا کوئی پیمانہ موجود نہیں۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ میرا جوڑ سوج گیا ہے یا مجھے بخار ہے تو یہ objective علامت ہے۔ آپ میرا ٹمپریچر چیک کر کے کہہ سکتے ہیں کہ ہاں 103 بخار ہے۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ ہم بطور معالج، بطور محقق اس طرح سے سوچتے ہیں۔

اس کا مقصد کسی کی نیت پر شک کرنا ہرگز نہیں ہوتا۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے ہوتے کہ یہ تمہارا وہم ہے یا تم جھوٹ بول رہے ہو، نہ ہی ہم مریض کے معتبر ہونے پر کوئی سوال اٹھا رہے ہوتے ہیں بلکہ لوگوں پر اسی طریق سے تحقیق کی جاتی ہے۔

پس پہلی بات یہ ہے کہ جب آپ کووڈ کی مزمن علامات (Long COVID Symptoms) کے بارے میں پڑھیں تو ہمیشہ یہی سوال کریں۔

اول یہ کہ ان میں سے کتنی علامات ایسی ہیں جن کی جانچ کی جاسکتی ہے۔

دوم، اس کا کسی اور چیز سے بھی تعلق (correlation) ہے؟ کیا یہ مالدار ترقی یافتہ مغربی ممالک میں عام ہے یا ترقی پذیر دنیا میں بھی اسی طرح ہے؟

سوم یہ کہ آبادی میں اس کی شرح (incidence) کیا ہے؟ کیا یہ سو میں سے ایک کو ہے؟ ہزار میں ایک کو ہے؟ دس لاکھ میں ایک کو ہے؟ ایک کروڑ میں ایک کو ہے؟ کیونکہ یہ جاننا اہم ہوگا۔

کسی مرض کی شرح ہی ہے جو اس بات کا تعین کر سکتی ہے کہ ہمیں اس کے بارے میں کتنا فکرمند ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ دس لاکھ افراد میں سے ایک کو ہے تو ہم یہ دلیل دے سکتے ہیں کہ اور بھی بہت ساری چیزیں ہیں جو دس لاکھ افراد میں سے ایک کو ہوتی ہیں۔ یعنی اس کے ہونے کا امکان دس لاکھ میں ایک ہے، کیا ہم اس کے بارے میں ضرورت سے کم یا ضرورت سے زیادہ ردعمل تو نہیں دکھا رہے۔

اور آخری بات جو آپ کے قارئین کے لئے اہم ہے وہ یہ کہ یہ باتیں محض کورونا سے مختص نہیں۔ میں آپ کو enterovirus (آنتوں کا ایک وائرس جو جسم کے دیگر حصوں کو بھی متاثر کرسکتا ہے۔ ناقل) کی مثال دیتا ہوں جو کہ ایک اور قسم کا موسمی وائرس ہے۔ اس کا کوئی علاج موجود نہیں۔ لوگوں کو اس سے بھی کھانسی اور نزلہ ہو جاتا ہے اور یہ ہر سال ہوتا ہے۔ میں تو کہوں گا کہ اگر ٹیسٹ کیا جائے تو کئی لاکھ افراد میں یہ نکلے گا، لیکن ہم اس کا ٹیسٹ نہیں کرتے کیونکہ اس کا علاج موجود نہیں اور ننانوے فیصد لوگ خود ہی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کا دل اس وائرس کی وجہ سے کام کرنا چھوڑ دیتا ہے حتی کہ (ہارٹ ٹرانسپلانٹ) کی نوبت آ جاتی ہے یا فوت ہی ہو جاتے ہیں جو ایک افسوسناک بات ہے۔

نمائندہ: اچھا!

ڈاکٹر فہیم یونس: میں نے ہر سال (Enteroviral Meningitis انٹیرو وائرس سے ہونے والا گردن توڑ بخار۔ ناقل) کے مریض دیکھے ہیں انہیں شدید قسم کا سر درد ہوتا ہے اور تشخیص کی خاطر بالآخر ان کی ریڑھ کی ہڈی سے سیال (Spinal Fluid) نکالنا پڑتا ہے جس سے وائرس کا پتہ چل جاتا ہے۔ اس میں موجود وائرس کی تعداد گننے کا پیمانہ دستیاب ہے۔

پس مزید کئی اقسام کے وائرس ہیں جن کی علامات مزمن یعنی لمبا عرصہ چلتی ہیں۔

لیکن میں جس بات کی طرف واپس آنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ میرے نزدیک لوگوں کو یہ فکر کرنی چاہئے کہ کس طرح سے اس وائرس کے پہلے حملہ سے بچا جائے۔ انہیں مزمن کووڈ (Long COVID) کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس پر ان کا کنٹرول ہی نہیں۔

ہاں بطور محققین، بطور حکومت ہمیں یہ نہیں چاہئے کہ اس پہلو کو تخفیف کی نگاہ سے دیکھیں، اس پر کماحقہ توجہ دی جانی چاہئے لیکن پھر یہی کہوں گا کہ ہمیں ہر بات کا علم نہیں۔ ہنوز یہ ابتدائی مراحل میں ہے۔

نمائندہ: ذہنی صحت کے حوالہ سے کچھ لوگ یہ بتا رہے ہیں کہ اس مرض میں شفایابی کا عمل دیگر وائرس کی بیماریوں کی نسبت مختلف

معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر جیسا کہ آپ کو علم ہے، کچھ لوگ ہیں، اگر انہیں نزلہ زکام کھانسی یا گلا خراب ہونے کی شکایت ہے تو وہ یہ سب کچھ سن کر پریشان ہوجاتے ہیں کہ آیا انہیں فلو ہے یا کووڈ؟ لوگ اس مرض کی ہلاکت خیزی کی وجہ سے ہائی الرٹ کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ یہاں تو آپ جانتے ہیں یوکے میں فلو کا سیزن بھی شروع ہے۔ آپ ان لوگوں کو کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر فہیم یونس: طبی لحاظ سے ان دونوں کی علامات ایک جیسی ہوسکتی ہیں۔ اور اگر لوگ جاننا چاہتے ہیں (کہ انہیں کیا ہے) تو سب سے بہتر یہی ہے کہ وہ فلو اور کورونا، دونوں کا ٹیسٹ کروالیں۔

یہی وہ واحد طریق ہے جس سے ان دونوں میں حتمی امتیاز کرنا ممکن ہے۔ اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ ان علامات کے حامل لوگوں کو ان دونوں بیماریوں میں سے ایک بھی نہ ہو۔ دونوں کے ٹیسٹ منفی آئیں۔ انہیں کوئی تیسری قسم کا وائرس لاحق ہو اور ہر موسم سرما میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

طبی نکتہ نظر سے ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کتنے لوگوں میں انفلوئنزا وائرس بغیر علامات کے موجود ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے ہم اس طرح وسیع پیمانہ پر ہر سال لوگوں کے ٹیسٹ نہیں کرتے جس طرح سے ہم کورونا کے لئے کررہے ہیں۔

میں دو مختلف ہسپتالوں میں کام کرچکا ہوں اس لئے آپ کو بتا سکتا ہوں کہ ہر سال سینکڑوں مریض ہسپتال میں داخل ہوتے ہیں۔ آج کل یہ ہو رہا ہے کہ امریکہ کے ہسپتالوں میں داخل ہونے والے ہر مریض کا یہ ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ انفلوئنزا کے لئے ہم ایسا کبھی نہیں کرتے۔

اب تو اگر کوئی شخص چھت سے یا سیڑھی سے گر کر اپنی ٹانگ تڑوالیتا ہے اور ٹانگ کے فریکچر کی وجہ سے ہسپتال میں آتا ہے تو ہم اس کا کووڈ ٹیسٹ بھی لازماً کریں گے۔

پھر خواتین ہیں جو بچے کی پیدائش کے لئے آتی ہیں ان کا بھی کووڈ ٹیسٹ ہوتا ہے۔ کسی کو فالج کا حملہ ہوا ہے یا کوئی بھی مریض ہسپتال میں آیا ہے تو آپ کو تعجب ہوگا کہ روزانہ تین، چار، پانچ ایسے مریض ہوتے ہیں جن کا ٹیسٹ مثبت آجاتا ہے جب کہ ان میں کوئی علامات موجود نہیں ہوتیں۔

تو اس لحاظ سے میرے نزدیک فلو اور کووڈ میں کوئی واضح امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔ لوگوں کے لئے سب سے اچھا یہی ہے کہ وہ دونوں کا ٹیسٹ کروالیا کریں۔ کیونکہ ان دونوں کا علاج مختلف ہے۔ سوائے اس کے کہ آپ ازخود فیصلہ کرکے دس یا چودہ دن کے لئے قرنطینہ میں چلے جاتے ہیں۔ تب تو ٹھیک ہے، آپ کو ٹیسٹ کروانے کی ضرورت نہیں۔

لیکن اگر آپ کا پروگرام گھر سے باہر نکلتے رہنے کا ہے، یا آپ 65 برس یا اس سے زائد عمر کے ہیں، آپ کا وزن بہت زیادہ ہے، ہائی بلڈ پریشر، ذیابیطس (شوگر) ہے یا کوئی ایسی بیماری ہے جس میں قوتِ مدافعت کمزور پڑ جاتی ہے تو پھر اس کا علاج بالکل مختلف ہوگا۔ اس سے شفایابی پانے کے بارے میں اندازہ (Prognosis) قائم کرنا بھی مختلف ہوگا۔ اس لئے میری رائے میں پھر دونوں (کووڈ اور انفلوئنزا۔ ناقل) کے ٹیسٹ کروالینے چاہئیں۔

اور جب کہ ہم اس موضوع پر بات کر ہی رہے ہیں، یہ بھی اچھا ہوگا کہ آپ فلو ویکسین لگوالیں۔ کم از کم آپ ان میں سے ایک وائرس کا خطرہ تو ختم کررہے ہوں گے جس کی ویکسین دستیاب ہے۔

نمائندہ: ویکسین کے موضوع پر میں بعد میں آنا چاہتی ہوں۔ سر دست جیسا کہ کہہ لیں ایک طرح سے مرض کے ارتقاء کے بارے میں بات ہو رہی ہے، تو آج سے چھ ماہ قبل یہ محسوس ہو رہا تھا کہ کووڈ 19 بچوں اور نوجوانوں پر اثر انداز نہیں ہوتی لیکن اب ہم سن رہے ہیں کہ بچے اور نوجوان بھی اس میں مبتلا ہو رہے ہیں، خاص طور پر برطانیہ میں۔ امریکہ کا تو مجھے علم نہیں لیکن یہاں برطانیہ میں تو طلباء لاک ڈاؤن میں ہیں۔ وہ واپس یونیورسٹیوں میں گئے تو ہیں لیکن درحقیقت بہت سی یونیورسٹیوں میں وہ لاک ڈاؤن میں ہیں۔ تو اس مرض میں نوجوانوں کے مبتلا ہونے کے خطرہ کے حوالے سے طبی ماہرین کی سوچ میں کیا تبدیلی رونما ہوئی ہے؟

ڈاکٹر فہیم یونس: میرے خیال میں یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں اب تک ہمیں اچھی سمجھ بوجھ حاصل ہوچکی ہے۔ یعنی کہ عمر کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔

دیکھیں جب گراف اس طرح سے واقعۃً اوپر کو جارہا ہو تو مطلب یہ ہے کہ سب ہی اس کی زد میں آسکتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر ایک کو ہسپتال میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آئے گی یا بیماری کا شدید حملہ ہوگا یا موت واقع ہوجائے گی۔ اگر سو افراد ہیں جنہیں خطرہ ہے، ان میں کچھ پانچ سال کی عمر کے ہیں، کچھ پچاسی برس کے اور ان کے حالات ایک جیسے ہیں تو ان کے بیمار ہونے کے امکانات ایک جیسے ہی ہوں گے خواہ ان کی عمر کچھ بھی ہو۔

پس بچے یا نوجوان بیماری سے محفوظ نہیں۔ ہاں فرق ہے تو یہ کہ ہسپتال میں داخل ہونے میں، بیماری کے شدید حملے یا موت کے امکانات میں فرق آپ کو ملے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس بیماری کے صحت پر اثرات گہرے اور شدید ہوتے ہیں۔

مجھے علم ہے بعض اوقات ایک 25 سالہ نوجوان کووڈ کے ہاتھوں موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اور خبروں میں اس کی ہیڈ لائن لگ جاتی ہے اور یہ بہت صدمے والی بات ہوتی ہے۔ لیکن یہ ایک طرح سے ہر ایک کے لئے پیغام بن جاتا ہے کہ کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں۔ تو اس لحاظ سے یہ اہم ہوتا ہے۔ تاہم سچ یہ ہے اور یہ سائنسی حقیقت ہے کہ کسی 25 سالہ شخص کے شدید بیماری میں مبتلا ہونے کے امکانات ایک 65 سالہ کی نسبت واضح طور پر کہیں کم ہیں۔

اس پیغام کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم میں سے اکثر کرتے ہیں کہ اسی بات کو سننا پسند کرتے ہیں جو ہمارے حالات کے موافق ہو۔ اس لئے یہ سنتے ہی وہ اگلے روز کھیلنے چلے جاتے ہیں، پارٹیاں شروع کردیتے ہیں جو غلط حرکات ہیں۔

میرے خیال میں اس پیغام کے نتیجے میں آپ کو فرنٹ لائن پر مزید خدمت کرنے کا موقع مل رہا ہوتا ہے۔ نوجوان اس معلومات کا مثبت استعمال کریں۔ گھر میں موجود بزرگوں کو محفوظ رکھنے کے لئے استعمال کریں۔

اگر میں 25 سال کا ہوں اور کالج جاتا ہوں تو گھر واپس آنے پر اگر گھر میں بزرگ بھی موجود ہیں تو مجھے ان کی خاطر خاص طور پر اپنے ہاتھوں کی اچھی طرح صفائی پر اور اپنے پر بھی توجہ دینی چاہئے کیونکہ اگر مجھ میں کوئی علامات نہیں پائی جاتیں تو انجانے میں، میں انہیں خطرناک مرض منتقل کرسکتا ہوں۔

پس میرے خیال میں یہ ذمہ داری ہے جو اس حقیقت کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن مجموعی طور پر اعداد و شمار وہی ہیں جو بیان کئے ہیں۔

نمائندہ: یہ دلچسپ بات ہے کیونکہ آپ کو علم ہے کہ سکول بھی کھلنے والے ہیں (بلکہ بعض کھل چکے ہیں۔ ناقل) اور میرے خیال میں یہ بزرگوں کے لئے خطرہ کا باعث ہوسکتا ہے کیونکہ بچے اس طرح ان میں کووڈ پھیلا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر فہیم یونس: ہاں، سکولوں کا موضوع بھی خاصا مشکل اور پیچیدہ قسم کا ہے۔ سادہ جواب یہ ہے کہ اپنے معاشرہ میں اس کے پھیلاؤ کو کنٹرول میں لائیں اور سکول کھول دیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہ لیں۔ جب لوگ گھروں کو واپس آتے ہیں اور اکٹھے ہو کر مل بیٹھتے ہیں تو پھر ان کے الگ الگ اعداد و شمار تو نہیں

لئے جاتے۔

ان کو الگ الگ لینا ایک ایسا بیانیہ ہے جو درست نہیں یہ محض ایک فرضی حفاظت کا احساس دلانے والی خود فریبی ہے۔

پس دوبارہ تائیوان کو دیکھیں، ہانگ کانگ کو بھی اور نیوزی لینڈ کو بھی، ان کے سکول کھلے ہیں۔ کیونکہ ان کے مثبت کیسز کی مجموعی شرح اب ایک فیصد سے بھی کم ہو چکی ہے۔ ان کے ہاں ایک نہایت پختہ کار "کانٹیکٹ، ٹیسٹ۔ ٹریس۔ آئسولیٹ سسٹم" (Isolate System, Trace, Test, Contact) چل رہا ہے۔

تو اگر ہماری ایک کمیونٹی ہے، اور یہ ایک ہی ملک کے اندر ہر سٹیٹ کی الگ الگ ہوسکتی ہے مثلاً نیویارک میں مثبت کیسوں کی شرح ایک فیصد ہو چکی ہے، اور یہ ملک اتنا بڑا ہے، میں نیویارک سے تین گھنٹے کی مسافت پر رہتا ہوں، مجھے نہیں معلوم وہاں کے سکول کھلے ہوئے ہیں یا نہیں۔ شاید میری اہلیہ محترمہ کو علم ہو، وہ ملک میں کووڈ سے جڑے حالات کے بارے میں بسا اوقات مجھ سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں۔ تو اگر نیویارک سٹیٹ کہتی ہے کہ ہم سکول کھولنا چاہتے ہیں تو یہ مناسب بات ہوگی کیونکہ انہوں نے پوری آبادی میں اس مرض کو کنٹرول کر لیا ہوا ہے۔

اور اگر کسی بچے میں علامات ظاہر ہوتی ہیں تو وہ جلدی سے اسے آئسولیٹ اور ٹیسٹ کر سکتے ہیں۔

سکولوں کو لاک ڈاؤن کر کے بند رکھنے کے منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اگر آپ دیکھیں تو خاص طور پر امریکہ میں گزشتہ سال کی نسبت بے چینی، افسردگی جیسے ذہنی عوارض کی شرح میں 30 فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔

اور اس شرح میں اضافہ کو لایعنی یا معمولی نہ سمجھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ مزید خودکشیاں ہوں گی، ہسپتالوں میں مزید لوگ داخل ہوں گے، عوارض میں اضافہ ہوگا، مزید تکلیف اور دکھ ہوں گے۔

تو دونوں طرف اعتدال ضروری ہے لیکن اگر آپ کو کمیونٹی کی سطح پر بیماری پر کنٹرول حاصل نہیں تو ایسی صورت میں سکول کھول دینا جلتی پر مزید تیل ڈالنے کے مترادف ہوگا۔

نمائندہ: یہ واقعی بہت اہم بات آپ نے بتائی ہے۔ کچھ اسی قسم کی نوعیت کا ایک اور سوال ہے کہ کووڈ نے معیار صحت کے حوالے سے معاشرے کے اندر پائی جانے والی عدم مساوات کو بھی اجاگر کیا ہے۔ یہاں مغرب میں ہم یہ بہت سن رہے ہیں کہ کووڈ میں مبتلا ہونے اور مخصوص نسلی پس منظر کا حامل ہونے میں ایک تعلق پایا جاتا ہے۔

لیکن جیسا کہ میڈیا ہمیں جو معلومات فراہم کر رہا ہے ان کے مطابق (مغرب میں آباد) ان نسلی اقلیتوں کے اپنے آبائی ملکوں میں کووڈ کی شرح اموات کہیں کم ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ اس کی ہم کیا توجیہہ بیان کر سکتے ہیں؟

ڈاکٹر فہیم یونس: اس سوال کے کئی حصے پیچیدہ نوعیت کے ہیں۔ بعض کے جوابات نہیں، کچھ معلوم ہیں، کچھ نہیں۔ انہیں ایک ایک کر کے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک سوال نسلی پس منظر کا ہے، ایک شہریت کا، ایک جائے پیدائش کا، ایک جلد کی رنگت کا ہے۔ ٹھیک؟۔ یہ سب الگ الگ ہیں۔

اس لئے دونوں کو الگ الگ سے لیں۔

امریکہ کی بعض ریاستوں میں تقریباً 40 فیصد، 12 فیصد تک کی آبادی افریقی نژاد امریکیوں پر مشتمل ہے۔ جب کہ بعض جگہوں میں 30 سے 40 فیصد کووڈ کے مریض افریقن امریکن ہیں۔ وہ اس مرض میں مبتلا ہو رہے ہیں، افریقن امریکن اور ہسپانوی امریکن، ان میں بیماری کی شرح زیادہ ہے، ان کی شرح اموات بھی زیادہ ہے۔ یہ ان کی جلد کی رنگت کی وجہ سے نہیں بلکہ معاشرے میں پائی جانے والی عدم مساوات کی وجہ سے ایسا ہے۔ کیونکہ اگر 100 ہسپانوی لوگ گوشت کی فیکٹری کے اندر سخت گھٹن والے ماحول میں اکٹھے کام کرنے پر مجبور ہوں اور انہیں ہیلتھ کیئر یعنی حفظان صحت کی اچھی سہولت بھی دستیاب نہیں تو وہ کووڈ کی حفاظتی تدابیر پر کیسے عمل پیرا ہو سکتا ہیں یا بیمار ہونے کی صورت میں علاج کیسے کروا سکتے ہیں۔

یاد رہے کہ امریکہ میں علاج معالجہ کی سہولتیں بلا معاوضہ میسر نہیں۔ انہیں خریدا جاتا ہے، جیسے دیگر اشیا خریدی جاتی ہیں۔ اور بہت سے لوگ مالی استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے انہیں خریدنے کا ارادہ ترک کر دیتے ہیں۔ چار افراد پر مشتمل گھرانے کے لئے اس کا خرچ ایک یا ڈیڑھ ہزار ڈالر ماہوار تک بھی ہوسکتا ہے۔ یہ اس نوعیت کا خرچ ہوسکتا ہے، تو لوگوں کو سوچنا پڑتا ہے کہ میں گھر کا کرایہ ادا کروں یا فیملی کے لئے ہیلتھ کیئر حاصل کروں؟

اب اگر آپ گوشت کی فیکٹری میں کام کرتے ہیں، آپ ہسپانوی یا افریقن امریکن ہیں، آپ کو زکام، کھانسی ہو جاتی ہے تو ایسا تو ہونا ہے کیونکہ وہاں سماجی فاصلہ تو ہے نہیں۔ آپ بھلے امریکہ میں رہ رہے ہیں لیکن اس فیکٹری کے اندر یوں سمجھیں گویا سوڈان میں کام کر رہے ہیں۔

دوسرے یہ کہ آپ کو کھانسی اور زکام ہے تو آپ طبی امداد بھی نہیں لیں گے کیونکہ آپ کے پاس صحت کا بیمہ نہیں۔ آپ پیسہ نہیں خرچ کرنا چاہتے، نتیجۃً بیماری اور موت کا خطرہ بڑھ جائے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے نظام میں تضادات پائے جاتے ہیں جو کہ افسوسناک ہے۔

بیس سال پہلے میں نے نیو انگلینڈ جرنل آف میڈیسن میں شائع شدہ ایک تحقیقی مضمون پڑھا تھا، جو میرے دماغ پر اچھی طرح سے نقش ہے، آپ اسے گوگل بھی کر سکتے ہیں، یہ افریقن امریکن اور سفید فاموں کے بارہ میں تھا۔ اگر دونوں کو سینے میں درد کی تکلیف ہے تو سفید فام کا زیادہ امکان ہوگا کہ اس کی تکلیف کو ہارٹ اٹیک سمجھا جائے گا اور اس کی انجیو گرافی (cardiac catheterization) کی جائے گی۔ جب کہ افریقن امریکن اس کو اتنی سنجیدگی سے نہیں لے گا اور اسے ہارٹ اٹیک والی وہ توجہ نہیں ملے گی جو سفید فام کو دی جائے گی۔

تو یہ عدم مساوات اس معاشرے کی گھٹی میں شامل ہے۔ اس پر دو رائے نہیں ہو سکتیں، یہ خوب تحقیق شدہ اور مستند بات ہے۔

سوال کا دوسرا حصہ انڈیا، پاکستان، افریقہ جیسے ممالک کی شرح اموات سے متعلق ہے۔ جن کے بارے میں بہت ساری باتوں کا ہمیں علم نہیں۔ میں اس کے لئے "Data Fog" کی اصطلاح استعمال کرتا ہوں۔ (یعنی "شماریاتی دُھند"۔ جس طرح "دماغی دُھند" یا "Brain Fog" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جب دماغ پوری طرح سے حاضر نہ ہو۔ ناقل)

ماہر طب کی حیثیت سے نامکمل اعداد و شمار کی بنیاد پر کوئی رائے دینا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔

امریکہ نے پاکستان کی نسبت دس بیس فیصد (آبادی میں) ٹیسٹنگ کی ہے جو کہ انڈیا کی نسبت چھ گنا اور پاکستان کی نسبت دس یا پندرہ گنا زیادہ ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ ہر فرد کا ٹیسٹ نہیں کریں گے تو آپ کو پتہ کیسے چلے گا کہ اس بیماری سے کتنے لوگ مر رہے ہیں۔

فرض کریں ایک 80 سالہ بزرگ فوت ہو جاتے ہیں اور سب کہہ دیتے ہیں کہ اباجی کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ لیکن عین ممکن ہے کہ ابا جی کووڈ میں مبتلا ہوں اور کووڈ کی وجہ سے ان کا خون جم گیا ہو یا فالج ہو گیا ہو، کیونکہ یہ مرض خاص طور پر عمر رسیدہ افراد میں کئی طرح سے ظاہر ہوسکتا ہے۔

اور مجھے علم ہے کہ میری اس بات کی وجہ سے ان ملکوں کے لوگ مجھے پسند نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں دیکھو ہمارے ہسپتال خالی پڑے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ہمیں آپ کے معتبر ہونے پر کوئی شبہ نہیں۔ یہ جو گفتگو ہو رہی ہے اسی بارہ میں ہے کہ ہم ان پیچیدہ مسائل کو کیسے لیتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہسپتالوں کا خالی ہونا بہت کمزور دلیل ہے۔ کووڈ جیسی بیماریوں میں دراصل ہوتا یوں ہے کہ شروع میں ایک دم بہت بڑی ہلچل مچ جاتی ہے۔ ایک انجانا خوف لوگوں پر طاری ہو جاتا ہے۔ ہر شخص ہسپتال کا رخ کرتا ہے۔ اور ہسپتالوں کی ٹیمیں ہلکی نوعیت کے مریضوں کا بھی سامنا کر رہی ہوتی ہیں اور شدید بیماروں کا بھی، ساتھ ہی گنجائش کو بھی دیکھنا پڑتا ہے اور رشتہ دار لواحقین کو بھی۔ ہمیشہ یوں ہی ہوتا ہے، سوائن فلو، ایبولا، ہر بڑی وبا میں ایسا ہوتا ہے۔

لیکن جب تین، چھ ماہ گزر جاتے ہیں، لوگوں میں ہیجان زائل ہو چکتا ہے۔ لوگ اس سے اکتا جاتے ہیں تو پھر صرف وہی لوگ ہسپتال کا رخ کرتے ہیں جو شدید بیمار ہوں۔ یہ ایک دلچسپ روایت ہے جو چلی آ رہی ہے۔

امریکہ میں تقریباً ایک ہزار لوگ روزانہ کووڈ کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ جی، یہ صرف اموات کی تعداد ہے اور ہمیں پتہ ہے کہ یہ تعداد اصل سے کم ہے۔ اور بھی کئی اموات ہوں گی جن کا پتہ نہیں۔ تاہم ہسپتالوں میں اضافی ہجوم دکھائی نہیں دے گا۔ اگر آپ آج وِسکونسین (Wisconsin) آئیں، جو ان ریاستوں میں سے ایک ہے جو کووڈ کی گڑھ ہیں تو ہسپتالوں پر اضافی بوجھ نظر نہیں آئے گا۔

یہ انسانی ضروریات کا بہت دلچسپ پہلو ہے۔ بظاہر ایک مختلف نوعیت کی بات ہے لیکن لوگوں کے لئے قابل غور ہونی چاہئے

تو کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ ممالک ایسے ہیں جہاں بدقسمتی سے لوگ ان کی آنکھوں کے سامنے مر رہے ہیں۔ تاہم ان کی پیچیدگیوں کو، ان کی معاشیات کو، ان کے بنیادی ڈھانچہ کو، دیکھیں تو شاید اسی میں ان کا بھلا ہو۔ شاید اس سے زیادہ آپ کچھ کر بھی نہ سکتے ہوں۔ شاید یہ ایک پہلو، اس کا افسوسناک حصہ ہو، لیکن جب تک ہمیں حقیقی اعداد و شمار دستیاب نہیں ہوتے، میں اس وقت تک حلفاً آپ کو نہیں بتا سکتا کہ فلاں فلاں ممالک کی شرح اموات (حقیقۃً) کم ہے۔

ہم شماریاتی دھند (data fog) کے دور میں بس رہے ہیں!

نمائندہ: آپ کی بات سمجھ میں آ گئی کہ اس کے پیچھے طبقاتی اور معاشی عدم مساوات کارفرما ہے لیکن پھر ہم نے یہ بھی تو دیکھا ہے کہ کووڈ سے ہونے والی شرح اموات انہی اقلیتی نسلی پس منظر کے حامل ڈاکٹروں نرسوں وغیرہ (health professionals) میں بھی نسبتاً زیادہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں کے محکمہ صحت (NHS) میں زیادہ تر یہی لوگ کام کر رہے ہیں، لیکن ان کے بارہ میں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھی معاشرے کے پسماندہ طبقہ میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ کیوں زیادہ فوت ہو رہے ہیں؟ جیسا کہ یہاں کے اعداد و شمار سے اب تک ظاہر ہوا ہے۔

ڈاکٹر فہیم یونس: ہم ابھی سیکھ رہے ہیں۔ اس وقت بہت کچھ چل رہا ہے اور طب کا یہ عمومی پہلو اس کی عاجزی، کم مائیگی کو ظاہر کرتا ہے۔ جتنا زیادہ ہم جانتے ہیں، اتنا ہی زیادہ لاعلم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس صورت حال میں یہ ممکن ہے کہ وہ افراد جو صحت کے شعبہ میں کام کر رہے ہیں انہیں وائرس کا بہت زیادہ ڈوز (dose) مل رہا ہو۔ ہر وائرس کا ایک انفیکشن ڈوز ہوتا ہے۔ سادہ سی مثال کے طور پر فرض کریں خسرہ میں مبتلا ہونے کے لئے مجھے اس کے 10 عدد وائرس سانس کے ذریعہ لینا ہوں گے۔ یہ محض فرضی تعداد ہے، تو اگر یہ تعداد چھ یا سات ہے تو میرا دفاعی نظام انہیں مار ڈالے گا۔ لیکن اگر میں ایک ہزار وائرس جسم میں داخل کر لیتا ہوں تو میری موت واقع ہو سکتی ہے کیونکہ میں ان کا ایک بڑا ڈوز لے چکا ہوں گا۔

تو یہ ایک تھیوری ہے کہ اگر فرنٹ لائن پر کام کرنے والے کی حیثیت سے آپ کا واسطہ ایسے فرد سے پڑا جس میں ایک بڑی تعداد میں وائرس موجود تھے اور آپ زیادہ دیر تک اس کے قریب موجود رہے اور پھر بھاری مقدار میں جرثومے آپ کو چمٹ گئے تو اس کا نتیجہ مختلف ہو سکتا ہے۔

یہ اس کہانی کے اندر ایک اور پیچ ہے۔ صاف بات تو یہ ہے کہ بہت ساری باتوں کا ہمیں علم نہیں۔ یا پھر یہ کہ کچھ مخصوص قسم کا نسلی پس منظر جینیاتی مفاد مہیا کر دیتا ہے؟ ہمیں علم نہیں کہ ایسا ممکن ہے کیونکہ ہر وائرل مرض میں جینیاتی اوامر کارفرما ہوتے ہیں۔ (اسی طرح) کیا ماضی میں بی سی جی کا ٹیکا لگنا یا دیگر متعدی امراض میں مبتلا ہونا اس سے بچاؤ کا ذریعہ ہے؟ ہمیں نہیں معلوم۔

تو جب ہمیں علم نہ ہو تو میرا نظریہ یہ ہے کہ اگر آپ کو علم نہیں تو کبھی بھی خود کو بالا نہ سمجھیں بلکہ سمجھیں کہ آپ بھی عام (انسان) ہیں، سمجھ لیں کہ قانونِ فطرت آپ پر بھی اسی طرح لاگو ہو گا جس طرح دوسروں پر، کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

نمائندہ: شکریہ۔ آپ کا یہ جواب یقیناً بہت دلچسپی کا حامل ہے۔

ویکسین کی طرف بڑھتے ہیں، جو بظاہر افق پہ ابھرتی نظر آ رہی ہیں۔ آپ کا ان کے بارہ میں کیا خیال ہے کہ یہ کتنی محفوظ ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسا سوال ہے جو لوگ پوچھتے ہیں۔ ان کی طرف دوڑ لگی ہوئی ہے۔ لیکن کیا یہ محفوظ بھی ہیں؟

ڈاکٹر فہیم یونس: ہمیں نہیں پتہ، اس کا انحصار اس پر ہے جب ویکسینیں دستیاب ہوں اور ہم اس قابل ہوں کہ ان کی آزمائش کے تیسرے مرحلے (phase 3) کی معلومات کا تجزیہ کر سکیں۔ تاہم افادہ عام کی غرض سے مجھے اس کی کچھ تفصیل بیان کرنے دیں۔

ہر ویکسین عموماً اپنی آزمائش کے تین مراحل میں سے گزرتی ہے۔

پہلے مرحلے (phase one) میں اس کی آزمائش اندازاً 10 یا 15 مریضوں پر کی جاتی ہے، اس کی مختلف مقداروں کی آزمائش کی جاتی ہے۔ اس مرحلے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کے کوئی مضر اثرات تو نہیں۔ اس کی افادیت کے بارہ میں فکر نسبتاً کم ہوتی ہے۔

دوسرے مرحلے (Phase two) میں آپ 100 یا 200 مریضوں کو لیتے ہیں اور یہی عمل دہراتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کی نگرانی کے نظام کو ذرا سخت بنا لیا جاتا ہے۔

اور تیسرے مرحلے (phase three) میں آپ دس، بیس، تیس ہزار مریضوں پر اس کی آزمائش کرتے ہیں۔ اس مرحلے میں شاذ کے طور پر رونما ہونے والے مضر اثرات کو معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ ہزار میں سے ایک کو ہوتے ہیں لہٰذا پہلے مرحلے میں ان کا پتہ چلنے کے امکانات کم ہوتے ہیں۔

اس وقت نو ایسی ویکسینیں ہیں جو آزمائش کے تیسرے مرحلے میں داخل ہو چکی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے اور دوسرے مرحلے میں سے نکل چکی ہیں۔ انہیں پہلے دو مراحل میں محفوظ قرار دیا گیا تھا اور اب ہزارہا مریضوں پر ان کی آزمائش جاری ہے۔

پہلی بات یہ کہ کوئی بھی ویکسین سو فیصد محفوظ نہیں ہوتی۔ مجھے معلوم ہے حال ہی میں آکسفورڈ ویکسین کے ایک دو مریضوں میں اعصابی پیچیدگیاں ظاہر ہوئی تھیں، یہ بات میرے لئے بالکل بھی حیران کن نہیں۔ جب آپ کے پاس دس یا بیس ہزار مریض ہیں تو آپ کو کچھ نہ کچھ مضر اثرات کے نمودار ہونے کی توقع ہونی چاہئے۔

تو پہلی بات یہ کہ یہ سو فیصد محفوظ نہیں ہو سکتی۔

کیا یہ 90 فیصد یا اوپر محفوظ ہوگی؟ بہت حد تک 'ہاں'۔ کیا 99 فیصد کے قریب؟، ہاں یہ بھی ممکن ہے۔ عموماً یہ ویکسینیں بہت محفوظ ہوتی ہیں۔

ان کی تاثیر اور محفوظ ہونے کی پڑتال بیماری کے ڈھائے ہوئے نقصانات کے مقابلہ پر ہی کی جاتی ہے۔ آج 1000 امریکی روزانہ مر رہے ہیں۔ میں کسی ایسی ویکسین کا تصور بھی نہیں کر سکتا جو روزانہ ایک ہزار افراد کو مار رہی ہوگی یہ بات تو میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔

تو یہ طریقہ ہے تقابلی جائزہ لینے کا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی ویکسین 500 افراد کو مارتی ہے تو ہم اسے قبول کر لیں گے۔ نہیں، اس کے لئے بہت بڑا فرق درکار ہوگا۔

تو میرے خیال میں پہلی بات یہ ہے کہ لوگوں کو علم ہونا چاہئے کہ نگران ادارے ایسی کسی ویکسین کی منظوری نہیں دیں گے جو غیر محفوظ ہوگی۔ اور مجھے سیاست اور عوام کے عدم اعتماد کا بھی علم ہے، اس طرف میں بعد میں آؤں گا۔

دوسری بات جو ویکسین کی تاثیر کے بارہ میں ہے تو ویکسینیں سو فیصد مؤثر نہیں ہوتیں۔ عمومی طور پر ان کی تاثیر 50 یا 75 فیصد تک ہوتی ہے۔ انفلوئنزا ویکسین جو ہم ہر سال استعمال کرتے ہیں اسی درجہ کی ہے۔

ایسے سال بھی تھے جب انفلوئنزا ویکسین 30 یا 40 فیصد مؤثر ہوتی تھی۔ تو یہ دوسرا حصہ ہے۔

اور پھر تیسری چیز جس کے بارہ میں ہم کبھی نہیں جان پائیں گے وہ اس کی طویل المدت سیفٹی (long-term safety) ہے۔ (یعنی کتنی طویل مدت تک اس کے کوئی مضرت رساں اثرات ظاہر نہیں ہوں گے۔ ناقل) اگر آج سے پانچ سال بعد کچھ ہونا ہے تو اس کا علم ہمیں آج سے پانچ سال بعد ہی ہو سکتا ہے۔ تو ہاں ویکسین کے بارہ میں بہت سی باتوں کا علم نہیں۔ لیکن میں کہوں گا کہ فی الحال صبر کریں۔

ممکن ہے کہ سال کے اختتام سے پہلے پہلے ایک سے زائد ویکسینوں کی منظوری مل جائے۔ میرے خیال میں آکسفورڈ یوکے کی ایسٹرا زینیکا ساختہ ویکسین (Oxford AstraZeneca vaccine) ان میں سے ایک ہوگی۔ شاید امریکہ کی ماڈرنا (Moderna) کمپنی کی ویکسین بھی ان میں سے ہو۔ فائزر یا جانسن اینڈ جانسن کی ویکسین بھی ہو سکتی ہے۔ اور پھر اب چین کی تیار کردہ ایک ویکسین بھی آ چکی ہے۔

تو یہ پانچ ہیں، سال کے اختتام تک ان میں سے تین یا چار کی منظوری مل جانے کے امکانات بڑے روشن ہیں۔ تب ہی ہمیں معلوم ہو سکے گا کہ یہ کتنی محفوظ اور مؤثر ہیں۔ لیکن آج ہمیں ان سب کا علم نہیں۔ اسی لئے میں نے کوشش کی کہ ہر متعلقہ جزو کو الگ الگ بیان کروں تا کہ ہر کوئی سمجھ جائے۔

نمائندہ: آپ ان لوگوں کو کیا پیغام دیں گے جو ویکسین نہیں لگوانا چاہتے، جو کہتے ہیں کہ ہمیں ویکسینوں پر اعتبار نہیں۔ پہلے سیاستدان خود ویکسین لگوائیں پھر ہم لگوائیں گے۔ تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا کیونکہ بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے ویکسین لگوانی ہی نہیں؟

ڈاکٹر فہیم یونس: ہاں مجھے پتہ ہے۔ میری رائے میں یہ ایک فلسفیانہ بحث ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ کسی بھی چیز کے بارہ میں ہمیشہ دو آراء ہو سکتی ہیں اور دو آراء رہیں گی۔ میرے بعض بہت ہی قریبی دوست بھی یہی سوچ رکھتے ہیں، وہ اب بھی میرے دوست ہیں۔ میں ذاتی طور پر یہ رائے نہیں رکھتا۔ لیکن آپ اس سے کیسے نپٹتے ہیں؟ سب سے پہلے تو یہ کہ یہ نہ سمجھیں کہ آپ نے اس بحث کو لازماً جیتنا ہے۔ یہ کوئی مباحثہ نہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس بارہ یہ ایک رویہ ہو کہ آئیں، ہم باہم گفتگو کریں، ایک دوسرے کے مؤقف کو سنیں۔ میں یہ کہوں گا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ اوسط عمر 30 سے بڑھ کر 40، پھر 50 اور اب بڑھ کر 80 ہو چکی ہے اور ہر کوئی اس پر خوش ہوتا ہے نا؟

نمائندہ: آپ کا مطلب ہے کووڈ سے فوت ہونے والوں کی اوسط عمر؟

ڈاکٹر فہیم یونس: نہیں نہیں، انسان کی اوسط عمر۔ آپ جانتے ہیں، ہمارے بزرگ، 100 سال پہلے ایک عام انسان کی اوسط عمر تیس، چالیس پینتالیس برس ہوا کرتی تھی۔ آج اوسط عمر کہیں بڑھ کر 85 ہو چکی ہے اور ہر شخص اس کا جشن مناتا ہے، ساری دنیا میں ایسا ہوتا ہے۔ جو بات لوگ نہیں جانتے، جب آپ اس کی تہہ میں جاتے ہیں تو اس کا سہرا دو بڑی وجوہات کو جاتا ہے۔ دو ایسی چیزیں جس نے ساری شرح اوسط کو بدل ڈالا ہے۔ یہ دو چیزیں آپ ہٹا دیں تو اوسط عمر 50 یا اس سے بھی کم پر آ جائے گی۔

جانتے ہیں یہ دو چیزیں کیا ہیں؟ ایک تو شیر خوار بچوں کی شرح اموات (infant mortality) ہے اور دوسری ویکسینیں ہیں۔ اگر آپ تاریخ انسانی پر نظر دوڑائیں تو یہ دو چیزیں ہیں جنہوں نے بازی پلٹ (game changers) دی ہے۔ چونکہ بہت سے بچے پہلے چھ ماہ کے عرصہ میں فوت ہو جایا کرتے تھے اور یا پھر وہ 80 برس تک زندہ رہتے تھے۔ اگر آپ ان اموات کی اوسط عمریں نکال لیں تو ویکسینوں نے عام طور پر ان کی اوسط عمریں بڑھا دی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کوئی ان کے اثر کا انکار کیسے کر سکتا ہے۔

اگر ہم نے دنیا سے کچھ ختم کیا ہے تو ویکسین کی بدولت کیا ہے۔ چیچک کو لے لیں، میرا نہیں خیال کہ فی زمانہ کسی نے چیچک کا کوئی ایک کیس بھی دیکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے آج ہمارا کوئی ایک بچہ بھی چیچک میں مبتلا نہیں ہوتا اور یہ سب ویکسین کی بدولت ہوا ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ وائرس کہیں غائب ہو گیا ہے۔

پس ویکسینوں نے جو اچھا کام کر دکھایا ہے اس کے خلاف دلائل دینا بہت ہی مشکل ہے، یہ پہلی بات ہے۔

دوسری بات یہ دیکھنے والی ہے کہ یہ خوف آخر شروع کہاں سے ہوا؟

یہ لینسیٹ Lancet (میڈیکل میگزین) میں شائع ہونے والا ایک مضمون تھا جس میں (ویکسینوں کا) تعلق ناجائز طور پر دماغی عارضہ آٹزم (autism) سے جوڑا گیا تھا۔ باوجودیکہ اس مضمون کو انہوں نے پھر واپس بھی لے لیا اور باوجودیکہ اس کے بعد (اسے غلط ثابت کرنے والی) بہت ساری تحقیق بھی سامنے آئی لیکن جو بات ایک بار مشہور ہو گئی ہو، سب ہی اسے اپنانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس مہم میں کچھ مخصوص مفاد پرست گروہ بھی شامل ہو گئے۔ اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں عموماً لوگ منافع خور مادہ پرست معاشروں کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے۔ اگر ہم کہیں کہ ہمارے معاشرے میں ہر کام اخلاقیات کی بنیاد پر ہوتا ہے تو یہ درست نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال بنایا جا رہا ہوتا ہے اور اس عمل میں ہم عوام کا اعتماد کھو دیتے ہیں۔ وہی بات کہ سانپ کا ڈسا پھر رسی سے بھی ڈرتا ہے۔ ایک بار کے زخم خوردہ افراد کا پھر ہر چیز سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ تو مجھے ان لوگوں کے ساتھ پوری طرح سے ہمدردی ہے جو ویکسینوں پر اعتماد نہیں کرتے، لیکن میں خود بھی ویکسین لگواتا ہوں اور اپنے بچوں کو بھی۔ اور اگر کوئی اچھی کووڈ ویکسین آتی ہے تو میں اسے ضرور لوں گا، مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔

نمائندہ: تو آپ کی رائے میں وبا کے خاتمہ کے لئے لوگوں کی ایک مخصوص تعداد کا ویکسین لگوانا ضروری ہے؟

ڈاکٹر فہیم یونس: درست، بیماری کے رخصت ہو جانے کے لئے آپ کو عموماً 60 تا 70 فیصد آبادی کا ویکسین یافتہ ہونا

درکار ہوگا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ بیماری نے کچھ قدرتی مدافعت (immunity) تو پیدا کردی ہوگی، جو کہ درست ہے۔ لیکن فی الحال زیادہ تر ممالک میں اس کی شرح 10 فیصد یا اس سے کم ہے۔ اگر یہ 10 فیصد ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ قدرتی مدافعت برقرار رہے گی یا کمزور ہوتی جائے گی۔ اگر کسی کو مارچ میں انفیکشن ہوا تھا تو کیا وہ اگلے مارچ تک بدستور محفوظ (immune) رہے گا ؟ یہ ایک بہت بڑا سوال ہے، جس کا جواب مجھے معلوم نہیں۔ لیکن اگر ان ویکسینوں کی دستیابی کے بعد انہیں ان افراد کے لئے بھی تجویز کیا جائے گا جو کووڈ سے صحتیاب ہو چکے ہوں گے تو مجھے کوئی تعجب نہ ہوگا۔ کیونکہ ویکسین کی ودیعت کردہ قوت مدافعت اور مدافعاتی مادے (antibody) قدرتی انفیکشن کے مقابلے پر جسم میں تادیر قائم رہتے ہیں، یہ ایک اہم نکتہ ہے۔

بعض بیماریاں ہیں، مثلاً خسرہ ہو گیا، تو اس سے آپ کو تاحیات تحفظ مل جاتا ہے لیکن اگر انفلوئنزا ہے، اگر آپ کو ہوتا ہے تو اگلے برس یہ دوبارہ بھی ہوسکتا ہے۔

پس میری رائے میں 60 تا 70 فیصد آبادی کو ویکسین لینا پڑے گی۔ لیکن کوئی بھی تعداد وبا کا زور توڑنے میں مدد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔ چنانچہ 35 فیصد 30 فیصد سے بہتر ہے، 45 فیصد 40 فیصد سے بہتر ہوگا۔ پس ہم اس پر جتنی بھی شدومد سے زور ڈال سکیں گے، ڈالیں گے۔

نمائندہ: تو یہاں اس سے جڑا ایک منطقی سوال بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جب ویکسین کی دستیابی کی بات ہوتی ہے تو ہم سنتے ہیں کہ کچھ ممالک اس کی ذخیرہ اندوزی کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں نتیجۃً یہ کچھ غریب ممالک کی دسترس سے دور رہ جائیں گی اور اگر ایسا ہوا تو کیا وہاں اس وبا کے طویل المدت بداثرات دیکھنے کو ملیں گے؟

ڈاکٹر فہیم یونس: بدقسمتی سے ایسا ہی ہے اور بعینہ یہی صورت حال ہے جو ہمیں درپیش ہے۔ ہم نے یہ زخم خود اپنے آپ کو لگایا ہے۔ اگر آپ گذشتہ 100 برسوں کو دیکھیں تو عالمی طور پر ہم زیادہ مادہ پرست ہو چکے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایک تقسیم موجود ہے، بچے بھوک سے مر رہے ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ ہم نے اس کی پرواہ ہی نہیں کی، یوں کہہ لیں کہ ہم نے اسے ختم نہیں کیا۔ عین ہماری آنکھوں تلے امیر اور غریب کے مابین خلیج بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دولت کا کتنا فیصد گنتی کے چند لوگوں کے پاس ہے۔

تو یہ اس کا پس منظر ہے۔ ویکسین کے معاملے میں بھی یقیناً ایسا ہوگا۔ وہ ممالک جنہوں نے کئی بلین ڈالر ریسرچ پر لگائے ہیں انہوں نے صرف یہی نہیں کہ مالی مفاد کی خاطر ایسا کیا ہے انہوں نے معاہدے کر رکھے ہیں کہ جب تم ویکسین بنالوگے تو پہلی دس کروڑ مجھے یا میرے ملک کو ملیں گی۔ چنانچہ فنانشل ٹائمز میں ایک جائزہ شائع ہوا ہے جس میں باقاعدہ گراف بنا کر بتایا گیا ہے کہ کون سا ملک کتنی ویکسینیں پیشگی خرید چکا ہے۔ اس فہرست میں کوئی 10-15 ممالک شامل ہیں اور ذرا اندازہ لگائیں، دنیا 200 سے زائد ممالک پر مشتمل ہے۔

تو وہ 185 ممالک جو اس فہرست میں شامل نہیں، ان کا کیا ہوگا؟ ظاہر ہے انہیں انتظار کرنا پڑے گا۔ ہوسکتا ہے ان کے حصہ میں کوئی کم معیار کی ویکسین آئے۔ ہوسکتا ہے ان کے پاس کوئی ایسی ویکسین آئے جس پر زیادہ تحقیق نہ ہوئی ہو۔

ہم انتظار کریں گے اور دیکھیں گے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ویکسین کی تقسیم غیر مساویانہ ہی ہوگی۔ کیا حفاظتی لباس (PPE) کی تقسیم مساویانہ ہوئی؟ کیا کووڈ کے لئے ٹیسٹنگ کی تقسیم مساویانہ ہوئی؟ کیا رِمڈیسیوِر Remdesivir نامی دوا جو ہم استعمال کرتے ہیں، سب کو ایک طرح دستیاب ہے؟ نہیں۔ بدقسمتی سے یہ ایک حقیقت ہے۔

نمائندہ: میرے خیال میں اس کے بالمقابل دوسری انتہا بھی موجود ہے۔ ادھر ہم کووڈ کے بارہ میں، ویکسین کے علاج کے بارہ میں گفتگو کر رہے ہیں اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ کووڈ 19 ایک ڈھونگ ہے، یہ انسان کا بنایا ہوا وائرس ہے۔ اصل میں یہ محض فلو (Flu) کی ایک قسم ہے جسے سرے سے شناخت ہی نہیں کیا گیا۔ اس کا وجود تو ہے لیکن اس کے بارہ میں بہت مبالغہ آرائی کی گئی ہے۔ تو ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے آپ ان لوگوں کو کیا پیغام دیں گے۔ کیونکہ ایک خاصی تعداد اس سوچ کی حامل ہے؟

ڈاکٹر فہیم یونس: میرے خیال میں وہی بات، کہ انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔ میں مذہب کو بیچ میں نہیں لانا چاہتا لیکن آپ جانتے ہیں کہ اسلام یہی تو ہے کہ کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِین (سورۃ التوبہ 119:9۔ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ ناقل)

آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ آج کل جس طرح سے ہم میڈیا کا استعمال کرتے ہیں تو ہماری صحبت یہی ہے۔ یہ ہمارا مجازی مصاحب (virtual company) بنا ہوا ہے۔ اور اگر وہ میڈیا جسے میں استعمال کرتا ہوں مجھے بار بار یہی باور کرا رہا ہو کہ کس طرح سے یہ محض ایک ڈھونگ ہے تو میں نے اس پر اعتبار تو کرنا ہے۔

کیا لوگ مبالغہ آرائی کرتے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ کرتے ہیں، یہ سچ بات ہے۔

اپنے تجربہ کی بنا پر مجھے مارچ میں ہی اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ اب بھی ضرور ایسا ہی ہوگا اسی لئے میں نے کووڈ سے متعلق اپنے ایک ابتدائی مضمون میں لکھا تھا کہ ہمیں 'میں نہ مانوں والے' رویہ اور اشد تشویش کی دو انتہاؤں سے گریز کرنا چاہیئے۔ ہماری میانہ روی والی خوبصورت کیفیت ہونی چاہیئے جہاں ہم ہر آن 'تیار' رہتے ہوں۔

بدقسمتی سے ایک طرف یہ انتہا ہے جو کہتی ہے کہ یہ سب ڈھونگ ہے اور پھر دوسری انتہا ہے جو کہتی ہے کہ 90 فیصد لوگوں کو مزمن کووڈ (long COVID) ہو جائے گا۔ میرے مطابق یہ مبالغہ ہے۔ ہم تو ایسا نہیں کہیں گے۔ ہمیں علم نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا بہت کم تناسب میں ہوگا۔ کبھی ایسا نہ کہیں کہ 25 سالہ افراد مکھیوں کی طرح مر رہے ہیں، یہ تو مبالغہ ہے۔ ہاں نوجوان افراد میں بھی کچھ اموات ہوں گی لیکن ہمیں بنیادی پیغام کے ساتھ جڑے رہنا چاہیئے۔ اور بنیادی پیغام یہ ہے کہ ہم سادہ طریق اختیار کرتے ہوئے اس مرض کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔

پس بیانیہ کی یہ دو انتہائیں موجود ہیں۔ لیکن میرے خیال میں ہمیں وسط میں رہنا چاہیئے۔ لوگ جس قسم کے ماحول میں خود کو قید کر لیتے ہیں بالآخر اسی کو سچ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے انہیں اس کا احساس نہیں ہوتا، اور خبروں کے اس دور میں کوئی یہ بات سننا پسند نہیں کرے گا کہ بے خبر رہنے کا اختیار بھی موجود ہے۔ ہم خود فیصلہ کرتے ہیں۔

نمائندہ: اس وبا کی بدولت ہم انسانوں کا بہترین اور بدترین دونوں روپ دیکھنے کے قابل ہوئے ہیں، ہم نے بے لوث ایثار کو اس کی انتہاؤں کو چھوتے دیکھا۔ ہمیں خالص خودغرضی کے مظاہرے بھی دیکھنے کو ملے، آپ کو یاد ہوگا وبا شروع ہوئی تو کس طرح لوگ نفسا نفسی کے عالم میں خریداریاں کر رہے تھے۔

شعبہ طب سے تعلق رکھنے کی حیثیت سے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وبا نے لوگوں کے ذہنوں میں ایمان اور مقصدِ حیات کے بارہ میں زیادہ سوال اٹھانے پر مجبور کیا ہے؟

آپ نے اس سے قبل بتایا تھا کہ یہ سب کچھ تھم جائے گا لیکن اس کی زیرِ سطح کوئی سونامی موجود ہو سکتی ہے تو کیا اس سارے عمل کے

نتیجے میں لوگ روحانی نوعیت کے سوالات زیادہ پوچھ رہے ہیں؟

ڈاکٹر فہیم یونس: بہت عمدہ سوال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے علم نہیں کیونکہ ایک عجیب طور سے میں بھی یہاں امریکہ میں اپنے ایک مخصوص ماحول کے اندر رہتا ہوں۔ تو مجھے نہیں معلوم کہ انڈیا میں لوگ کیسے سوچ رہے ہیں، پاکستان میں کیسے سوچ رہے ہیں، افریقہ میں، پیرو میں برازیل میں۔ ساری دنیا میں اتنی ساری اموات واقع ہوئی ہیں۔

تو مجھے محسوس ہوتا ہے، میرے اندر کی سوچ یہ کہتی ہے کہ صورت حال میرے مشاہدہ سے کہیں زیادہ گھمبیر ہے، لیکن یہاں امریکہ میں میں نے کوئی تبدیلی نہیں دیکھی۔ اور میں آپ کو صحیح صحیح بتاتا ہوں۔ میرے خیال میں لوگ جس تبدیلی پر زیادہ خوش ہو رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ''اوہ! میرے خدا ہم زوم (Zoom) اور ویب ایکس (WebEx) میٹنگیں کر رہے ہیں!''

میرے نزدیک تو یہ کوئی تبدیلی نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ یہ کوئی سبق تو نہیں۔ یہ تو ایک صورت حال کے مطابق خود کو ڈھالنے والی بات ہے، یہ تبدیلی نہیں کہلا سکتی۔

میں باہر نکلوں، بارش ہو رہی ہو اور میں اپنی چھتری کھول لوں اور کہوں واہ! کیا انقلاب ہے! نہیں اس میں کوئی اس قسم کی بات ہے ہی نہیں۔

میرے خیال میں جس گہری نوعیت کا سوال آپ نے کیا ہے، میں نے لوگوں کو اس طرح سے سوچتے نہیں دیکھا۔

اس وبا نے اگر کچھ کیا ہے تو یہ کہ اس نے ہمیں تھوڑا سا نچوڑا ہے۔ چنانچہ جب آپ کسی پھل کو نچوڑتے ہیں، تو اس کے اندر جس قسم کا بھی رس ہوتا ہے، میٹھا، نمکین، کڑوا، وہ باہر نکل آتا ہے۔

تو اس نے ہمیں محض نچوڑا ہے۔ ہم اپنے اندر جو کچھ چھپائے پھرتے تھے وہ اب باہر کو آ رہا ہے۔ مثلاً اگر میں پہلے سے ایک کڑوا غصیلا انسان تھا تو اب میں مزید غصیلا ہو گیا ہوں، اور اگر کوئی رحم دل تھا تو اس کی یہ رحم دلی باہر کو پھوٹ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ممکن ہے میں ایک لاٹھی سے سب کو ہانک رہا ہوں۔ لیکن اس صورت حال کے بارہ میں میرا نامکمل عاجزانہ نکتہ نظر یہی ہے کہ اس وبا نے ہم سب کو نچوڑا ہے اور میں اپنے دائیں بائیں اس کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔

نمائندہ: شکریہ۔ میری رائے میں آپ ان افراد میں سے ہیں جن کے بارہ میں ہمیں بخوبی علم ہے کہ آپ انمول خدمت خلق بجا لا رہے ہیں، پوری دنیا سے لوگوں کے سوالوں کے جوابات سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دے رہے ہیں۔ امریکہ اور اس سے باہر خاص طور پر برصغیر پاک و ہند سے آنے والے بہت سارے سوالات اور تبصروں کا جواب دے رہے ہیں۔ آپ نے یہ سلسلہ کیسے شروع کیا اور اب تک یہ آپ کے لئے کیسا رہا ہے؟

ڈاکٹر فہیم یونس: دو باتیں ہیں۔ جب میں میڈیکل سکول میں تھا اس وقت میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں امریکہ جاؤں گا۔ تو اس وقت ہمارے ایک پروفیسر ڈاکٹر فیصل مسعود صاحب ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، وہ بہت قابل انسان تھے اور انہوں نے ہماری شخصیت پر بہت ہی گہرا اثر ڈالا ہے، وہ یا تو پنجابی میں بات کیا کرتے تھے یا پھر انگریزی میں۔ اور مجھے اب بھی یاد ہے، انہوں نے مجھ سے یہ سن کر کہ میں نے امتحان پاس کر لیا ہے اور میں امریکہ جا رہا ہوں، جب کہ میری توقع تھی کہ وہ میری پیٹھ پر تھپکی دیں گے، پنجابی میں کہا پتر جی بتی او تھے بالو جتھے ہنیرا ہووے، جتھے پہلے ای اینیاں بتیاں بلدیاں او تھے جا کے بتی بالن دا کی فائیدہ؟ یعنی بیٹا چراغ وہاں جلاؤ جہاں اندھیرا ہو، جہاں پہلے ہی اتنی روشنی ہے اور لاکھوں چراغ جگمگا رہے ہیں وہاں تم کیوں ایک اور چراغ روشن کرنا چاہتے ہو؟

تو اس لحاظ سے انہوں نے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ اور پھر یہاں میرے آنے کی جو بھی وجوہات تھیں، جب میں یہاں آیا تو مجھے اس کا احساس بھی ہوا کہ میں ایک ایسی جگہ میں محض ایک عدد اضافی چراغ تھا جہاں پہلے ہی لاکھوں چراغ روشن تھے۔

پس پہلی بات، اس وبا نے مجھے یہ موقع فراہم کیا، خدا تعالیٰ کو یہی منظور تھا اور میں اس کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ میرے خیال میں ڈاکٹر فیصل مسعود صاحب (کی روح) کو بھی کچھ خوشی محسوس ہوئی ہوگی، کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے واقعی ایسی جگہوں پر روشنی پھیلانے کی توفیق ملی ہے جو تاریکی میں تھے۔

جب لوگ مجھ سے رابطہ کرتے ہیں، پیرا گوائے، میکسیکو، گوئٹے مالا، جزائر سے، ایسی ایسی جگہوں سے جن کے بارہ میں میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ بھی موجود ہیں، اور وہ کہتے ہیں:

Well, thank you very much, that was a question that was bothering me, I appreciate it.

آپ کا بہت بہت شکریہ، یہی ایک ایسا سوال تھا جو مجھے پریشان کر رہا تھا!

اسی نوعیت کا ہے ایک اور اہم نکتہ ہے کہ جب یہ سلسلہ شروع ہوا اور دنیا بھر سے بڑے بڑے لوگوں نے مجھ سے رابطہ کرنا شروع کیا تو میں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے رہنمائی طلب کی کہ میں یہ خدمت کرنا چاہتا ہوں لیکن ظاہر ہے کہ میں کوئی سیاستدان نہیں، نہ ہی میں کوئی بلند پایہ پالیسی ساز شخص ہوں، میں ان معاملات سے دور رہنا چاہتا ہوں جن کا میں ماہر نہیں تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواباً حضور انور کی طرف سے جو ہدایت موصول ہوئی وہ بہت آسان تھی، فرمایا:

Dont think about yourself and keep serving.

یعنی: اپنے بارہ میں مت سوچو اور خدمت کرتے رہو۔

بنیادی طور پر یہ کہ یہ توقع مت رکھو کہ کوئی تمہاری پیٹھ پہ تھپکی بھی دے گا، خود کو اہم بنانے کی کوشش مت کرو، شہرت کی خواہش مت رکھو، یہ تمہارے بارہ میں نہیں۔ صرف انسانیت کے متعلق سوچو اور پھر اس بارہ میں پریشان نہ ہو۔ جو حقیقت ہے وہ بیان کرو۔

میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ یہ مختصر سی نصیحت میرے لئے کس قدر مفید ثابت ہوئی ہے۔

کیونکہ اگر میں یہ کہوں کہ ان چھ ماہ میں میرے دماغ میں شیطان نہیں آیا تو یہ جھوٹ ہوگا۔ کیونکہ میں انسان ہوں۔ اور میرا شیطان کی دسترس میں آنے کا احتمال اتنا ہی ہے جتنا کسی دوسرے کا۔ لیکن حضرت صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے یہ الفاظ میرے لئے واقعی ایک ڈھال بن چکے ہیں۔

ایسے لمحے بھی آئے جب میں نے خود کو کیپٹن امریکہ محسوس کیا اور اس نصیحت نے مجھے بچا لیا۔

واضح رہے کہ میں The Avengers کہانی کا کوئی کردار نہیں (جس میں کچھ افراد دنیا کو تباہی سے بچانے کا مشن اپنے سر لے لیتے ہیں۔ ناقل)، میری چھوٹی بیٹی ان میں زیادہ دلچسپی رکھتی ہے۔ وہ ابھی بہت چھوٹی ہے جب کہ وبا بہت بھیانک ہے۔

تو یہ ہے ساری صورت حال۔ اس لحاظ سے میں اچھا محسوس کرتا ہوں اور خود کو با مقصد محسوس کرتا ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہی وقت ہے کہ اس خدمت کے ذریعہ ہم برکتیں سمیٹیں اور آخرت کے لئے کچھ زادِ راہ جمع کر لیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ میں اپنے بارہ میں اس سے پہلے کبھی اتنا بے فکر نہیں ہوا۔ کل یہ (وباء) ختم ہو تو میں گھر کی راہ لوں اور بات ختم! مجھے تو گھر کے پچھواڑے میں بچوں کے ساتھ گیند سے کھیلنے میں بہت

مزہ آتا ہے۔

میں نہیں جانتا کہ وہ لوگ جو خلافت احمدیہ کی نعمت سے محروم ہیں وہ کیسے زندگی گزارتے ہیں، کیونکہ خلافت نہ ہوتی تو جس طرح سے میرے سامنے بہت ساری راہیں موجود تھیں، مجھے یقین ہے میں ضرور کسی غلط سمت کا انتخاب کرسکتا تھا۔ لیکن حضرت صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے وہ الفاظ، اور پھر ہر ہفتہ آپ حضور اقدس کے خطبات سنتے ہیں، ان پر غور کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت جو اس نے ہمیں عطا کی ہے اس پر کچھ کہنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔

بار بار یہی دعا لبوں پہ جاری ہوتی ہے کہ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

(سورۃ آل عمران 9:3)

کہ اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔ (ناقل)

نمائندہ: جزاک اللہ۔ یہ بہت ہی پیاری بات ہے۔ میری رائے میں آپ افواہوں کا قلع قمع کرنے والی ٹویٹس کے ذریعہ واقعی بہت سے لوگوں کے لئے روشن چراغ ثابت ہوئے ہیں۔ آخر پر یہ دریافت کرنا مقصود ہے کہ کیا اس دوران آپ کو کسی غیر متوقع رد عمل کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے؟

ڈاکٹر فہیم یونس: میرے خیال میں آپ کو اس کا جواب بھی معلوم ہے!

ایک چیز جس کا مجھے احساس ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں بہت ساری نفرت موجود ہے، بہت تعصب پایا جاتا ہے۔ میں سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال نہیں کرتا، میں نے کبھی اپنی فیس بک نہیں بنائی، نہ ہی میں Pinterest یا Snapchat وغیرہ پر ہوتا ہوں۔

ٹوئٹر کے بارہ میں میرا خیال تھا کہ یہاں بالغ نظر لوگوں سے واسطہ ہوتا ہے لیکن پھر بھی لوگ دکھ دینے والی باتیں کر جاتے ہیں۔ لوگ آپ کی نیت پر شک کرتے ہیں۔ میں ان سب کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن اس چیز کو بھی اہم سمجھتا ہوں کہ یہاں بھی اپنا کردار ادا کروں۔

چنانچہ بعض دفعہ میں ایسے لوگوں کو بھی درس دیتا ہوں تا کہ جب تک میں اس ماحول میں موجود ہوں تو اسے پاک وصاف رکھوں۔ میں جہاں بھی ہوتا ہوں احادیث مبارکہ کی روشنی میں جگہ کو جس حالت میں پایا ہوتا ہے اس سے زیادہ صاف حالت میں چھوڑنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں اسے اپنی سماجی ذمہ داری گردانتا ہوں۔

ایک وقت تھا جب ہندوستانی مجھ سے اس لئے نفرت کرتے تھے کہ میں پاکستانی ہوں، پاکستانی مجھ سے اس لئے نفرت کرتے تھے کہ میں احمدی ہوں، امریکی اس لئے نفرت کرتے تھے کہ میں مسلمان ہوں، اور باقی ساری دنیا مجھ سے اس لئے نفرت کرتی تھی کہ میں امریکی ہوں، تو آپ خود دیکھ لیں!

لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی یہ حسین تعلیم ہے کہ:

وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا۝

(سورۃ المزمل 11:73۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور احسن رنگ میں ان سے جدا ہو جاؤ۔ (ناقل)

تو ایسے واقعات پر آپ سوچتے ہیں کہ ہم تو کچھ بھی نہیں، رسول پاک ﷺ کے قدموں کی خاک بھی نہیں، لیکن جس درجہ کے دکھ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو دیئے جاتے ہیں، یا اس وقت ہمارے پیارے خلیفہ کو ہی دیئے جاتے ہوں گے، تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ حضور انور کس طرح کی دلآزار باتیں سنتے ہوں گے لیکن وہ ہم سے اس کا ذکر تک نہیں کرتے۔ تو اس کا ہلکا سا مزہ آپ بھی چکھ لیتے ہیں اور یہ اچھی بات ہے۔

نمائندہ: جزاک اللہ، آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کی ٹویٹس سے خاکسار نے بھی بہت کچھ سیکھا ہے اور آپ نے ہمیں بہت سارا وقت بھی دیا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ جزاک اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ڈاکٹر فہیم یونس: مجھے خوشی ہوئی۔ وعلیکم السلام۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 18، 21، 25 نومبر 2020)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام

10 نومبر 1907ء

"ایک وبا پڑے گی۔"

فرمایا: "معلوم نہیں یہ کس قسم کی وبا ہوگی۔"

(تذکرہ، صفحہ 628)

نیک تمنائیں برائے سالِ نو

مکرم عبدالسلام اسلؔام صاحب

ہو مبارک سالِ نو نوعِ بشر کے واسطے
باعثِ امن و سکوں ہو خشک و تر کے واسطے
اس طرح گونجے جہاں میں مہدیٔ برحق کی لے
گوشے گوشے سے صدا اٹھے "غلام احمد کی جے"
افتراقِ باہمی ہے آج جن طبقوں کی خُو
جذبۂ الفت مٹا دے ان کا فرق ماؤ تُو
باہمی نفرت ہے پیدا آج جن اقوام میں
آ گھریں یارب وہ ازخود الفتوں کے دام میں
وہ سکوں ہو زندگی جنت کا گہوارہ بنے
شانتی ہر قوم کی تقدیر کا تارہ بنے
گوش گیتی سن لے طاہر کی صدائے دل گداز
فاش ہو چشمِ جہاں پر مقصدِ ہستی کا راز
باغِ ہستی میں کھلیں غنچے دم مسرور سے
دینِ حق کی آئے خوشبو عین نزدودُور سے
وہ فضا ہو پیار کی دنیا بنے جنت نظیر
گورے، کالے، اسود واحمر ہوں سب الفت اسیر
مقصدِ تخلیقِ ہستی جان لے ہر آدمی
اور مقامِ خویش کو پہچان لے ہر آدمی
مصطفیٰ ؐ کا ہو علم ہر ایک پرچم سے بلند
مسند آرائے جہاں ہو میرا شاہِ ارجمند
ہم فدا ہوں ہر گھڑی اپنے وطن کی آن پر
رحمتیں برسیں خدا کی ارض پاکستان پر
ہاں مبارک سالِ نو ہو احمدیت کے لئے!
نوعِ انساں کے لئے دین وشریعت کے لئے!

ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا کی طرف سے قارئین کو

سالِ نو مبارک ہو

نئے سال 2021ء میں کثرت سے دعائیں، درود شریف، استغفار اور نیکیاں کرنے کا عزم صمیم کریں۔

(ادارہ)

جب روٹی کھاؤ تو سائل کو بھی دو

میں نے پوچھا!

کون ہو؟

ہندو،سکھ،عیسائی،مسلمان

بھیانک ترین جواب ملا

بھوکا ہوں صاحب!

جب پیٹ میں بھوک کی آگ بھڑکتی ہے تو ہر چیز پیچھے رہ جاتی ہے World Food Programme کے مطابق دنیا میں ہر نو میں سے ایک آدمی بھوک کا شکار ہے۔ اور یہ مسئلہ حل ہونے کی بجائے ہر روز بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ مذہب وملت سے بالاتر مسئلہ ہے۔ یہ ایک انسانی وعالمی مسئلہ ہے۔ مذہب اسلام میں یہ ایک ایسی نیکی ہے جس پر صرف بات کرنا، ترغیب دلانا یا کوئی بھی ایسا عمل یا فعل بجالانا جس سے دوسرے کی اس جانب توجہ پیدا ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے حد خوشنودی ہے۔

قرآن شریف میں آتا ہے کہ:

اور وہ کھانے کو، اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے، مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔ ہم تمہیں محض اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم ہرگز نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب کی طرف سے (آنے والے) ایک تیوری چڑھائے ہوئے، نہایت سخت دن کا خوف رکھتے ہیں۔ پس اللہ نے انہیں اس دن کے شر سے بچالیا اور تازگی اور لطف عطا کئے۔

(سورۃ الدھر 9:76-12)

کھانا کس لئے؟ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے، اس کی رضا کے لئے، اس کی خوشنودی کے لئے غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں ذرہ برابر بھی شکریہ کے طلب گار نہیں ہے۔ یہاں پر یہ نہیں فرمایا کہ مسلم مسکین، مسلم یتیم یا پھر مسلم اسیر کو کھانا دیتے ہیں بلکہ مضمون یہ ہے کہ کسی بھی مذہب وملت سے اس کا تعلق ہو۔ اصل میں ہم تو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے خوف میں اور اس کو خوش کرنے کے لیے کھانا دے رہے ہیں۔

پھر قرآن شریف میں آتا ہے کہ:

یا ایک عام فاقے والے دن میں کھانا کھلانا۔

(سورۃ البلد 15:90)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اگر اس کے اندر یتامیٰ ومساکین کی حقیقی محبت ہوتی۔ اور وہ ان کی تکالیف کو دور کرنے کا صحیح احساس اپنے اندر رکھتا۔ تو اس کا فرض تھا۔ کہ وہ بھوک والے دن ان کو کھانا کھلاتا۔ یعنی قحط میں ان کی خبر گیری کرتا یا فقر وفاقہ میں ان کے لئے غلہ وغیرہ مہیا کرتا۔

(تفسیر کبیر۔ جلد 8، صفحہ 624)

غریب ممالک میں غربت کی وجہ سے، پھر مشرق وسطیٰ میں خانہ جنگی کی وجہ سے ایسے حالات ہیں کہ ہر روز ضرورت مندوں کو خوراک کی طلب ہے۔

ایک دن ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا تم کھانا کھلاؤ۔ جس کو پہچانو اس کو بھی جس کو نہ پہچانو اس کو بھی۔ الغرض سب کو سلام کرو۔

(صحیح بخاری۔ جلد اول، حدیث نمبر 12، صفحہ 192)

اسی نفس مضمون کی ایک حدیث صحیح مسلم جلد اول حدیث نمبر 67 صفحہ 43 میں بھی ملتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ؐ نے پہلے طعام کا ذکر فرمایا پھر سلامتی کا۔ ایک معنی تو اس حدیث مبارکہ کے یہ ہیں کہ بلا تفریق رنگ ونسل اور مذہب وملت مسکین وغریب کے لئے کھانے کا انتظام کیا جائے اور سب کو سلام کیا جائے۔ دوسرے معنی اس حدیث کے یہ بھی ہیں کہ مسکین وغریب کے لئے کھانے کا انتظام اسلام کا احسن ترین اقدام فرما رہے ہیں۔ ایک اور معنی اس کے یہ بھی ہے کہ مسکین کو جب تک اس کی بنیادی ضرورت خوراک مہیا نہیں ہوگی مسکین کی سلامتی خطرہ میں ہے۔ بس غریب ومسکین کے لئے خوراک مہیا کر کے اس کی سلامتی کے لئے بھی دعا کی جائے اور اپنی سلامتی کے لئے بھی۔ بڑا ہی گہرا مضمون ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو کسی بھوکے پیٹ کو سیر کردے۔

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب زکوٰۃ 1946)

افضل ترین صدقہ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی نے اپنی سنگ دلی کی نبی کریم ﷺ سے شکایت کی تو آپ ؐ نے فرمایا:

یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر۔

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الآداب، حدیث 5001)

پھر حدیث میں آتا ہے کہ:

رحمٰن کی عبادت کرو، کھانا کھلاؤ اور سلام عام کرو۔ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب زکوٰۃ 1908)

مذہب اسلام میں بار بار عبادات کے ساتھ خرچ کرنے کا حکم ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں اگر ساتھ ہوں تو ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ نے جنت کی ضمانت دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کی (خدمت کے لئے) جدوجہد کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ راوی کہتے ہیں اور میرا خیال ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس عبادت کرنے والے کی طرح جو تھکتا نہیں اور اس روزہ رکھنے والے کی طرح جو روزہ چھوڑتا نہیں۔

(صحیح مسلم۔ جلد 15، حدیث نمبر 5281، صفحہ 179-180)

اس حدیث مبارکہ میں مسکین کی خدمت کی کتنی عظیم فضیلت بیان ہوئی ہے۔

اسلام مطلب امن وسلامتی۔ لیکن یہ معنی صرف انسانوں کے لئے نہیں بلکہ اسلام تو تمام جانداروں سے بھی رحم کا سلوک دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے سزا دی گئی جس نے اس کو دیر تک قید کر رکھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی اور اس وجہ سے وہ (عورت) دوزخ میں داخل ہوئی۔ نہ تو اس نے بلی کو کچھ کھلایا اور نہ ہی پانی پلایا۔ اس نے اس کو روک رکھا۔

نہ خود کھانا دیا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی۔

(صحیح بخاری۔جلد6،حدیث نمبر3482 ،صفحہ495)

اب غور کیجئے کہ ایک جاندار کو بھی بھوک کی تکلیف سے مارنے کے ساتھ منع فرمایا ہے۔اس حدیث کے دوسرے معنی یہ بھی ہے کہ اگر جانداروں کو رکھنے کا شوق ہے تو ان کا پورا خیال رکھا جائے۔

پھر حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک بار ایک کتا ایک کنوئیں پر گھوم رہا تھا۔قریب تھا کہ پیاس اس کو مار ڈالے۔اتنے میں بنی اسرائیل کی بدکردار عورتوں میں سے ایک بدکردار عورت نے اسے دیکھ لیا۔اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس کتے کو پانی پلایا۔اس سبب سے اس کو بخش دیا گیا۔

(صحیح بخاری۔جلد6،حدیث نمبر3467،صفحہ484-585)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''یعنی خدا کی رضا کے لئے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہم دیتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جو نہایت ہی ہولناک ہے۔''

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''کامل راست باز جب غریبوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں تو محض خدا کی محبت سے دیتے ہیں نہ کسی اور غرض سے دیتے ہیں اور وہ انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ یہ خدمت خاص خدا کے لئے ہے اس کا ہم کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکر کرو۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ ۔جلد8،صفحہ145-146)

اعلیٰ ترین مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔اس خوفناک ترین دن سے ڈرتے ہیں جب موت آ جائے گی اور اس وقت کوئی چیز نہ کام آئے گی مگر وہ روٹی جو زندگی میں مسکین کو دی تھی عین ممکن ہے کہ وہ کام آ جائے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''جب روٹی کھاؤ تو سائل کو بھی دو اور کتے کو بھی ڈال دیا کرو اور دوسرے پرند وغیرہ کو بھی اگر موقع ہو۔''

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''ان کے مالوں میں سوالیوں اور بے زبانوں کا حق بھی ہے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ ۔جلد ہفتم ،صفحہ266)

اب یہ جو مضمون ہے کہ غریب کو کھانا کھلایا جائے چند ایک انتہائی تکبرانہ انداز میں جواب دیتے ہیں کہ ہم کیوں کھانا کھلائیں۔

سورۃ المدثر میں تین باتیں غور طلب ہیں۔اوّل نمازی نہ ہونا۔دوم غریب کو کھانا نہ کھلانا یا کھانے کا انتظام نہ کرنا اور سوم یہ بات ہے کہ فضول لغو بحثوں میں زندگی کے قیمتی ایام ضائع کرنا۔اور یہ بات اکثر دیکھنے میں آتی ہے کہ گھنٹوں کیا دنوں اور ہفتوں فضول کی بحث دوستوں کے درمیان جاری رہتی ہے۔قرآن میں آتا ہے کہ:

جو جنتوں میں ہوں گے۔ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے۔مجرموں کے بارہ میں۔تمہیں کس چیز نے جہنم میں داخل کیا۔؟ وہ کہیں گے ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔اور ہم لغو باتوں میں مشغول رہنے والوں کے ساتھ مشغول ہو جایا کرتے تھے۔اور ہم جزا سزا دن کا انکار کیا کرتے تھے۔یہاں تک کہ موت نے ہمیں آ لیا۔

(سورۃ المدثر74:41-48)

بعض تو بے باکی میں اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ غریب کو کھانا کھلاؤ تو کفرانہ انداز میں کہتے ہیں کہ ہم کھلائیں؟

قرآن کریم میں اس ہی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو رزق تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں کہتے کیا ہم انہیں کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھلاتا؟ تم تو محض ایک کھلی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

(سورۃ یٰسین 48:36)

آج کے شدید خراب معاشی حالات میں مشکل ہو جاتا ہے کہ کس طرح مسکین کے لئے خوراک کا انتظام کیا جائے۔حدیث مبارکہ میں ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم۔جلد11،حدیث نمبر3824،صفحہ135)

اس حدیث میں ایک اصول بیان کر دیا گیا ہے گھر کے معمول کے بجٹ میں مسکین کے لئے روٹی کا انتظام ہو سکتا ہے۔بعض دفعہ بہت زیادہ کھانا گھروں میں بنتا ہے اور آخر میں اس کو ضائع کرنا پڑتا ہے۔اس سے بہتر ہے کہ پہلے ہی خیال رکھا جائے کہ کھانا ضائع نہ ہو۔پھر ہر روز کافی یا چائے باہر سے پینے کی بجائے یہ رقم فوڈ بینک میں دی جا سکتی ہے۔بہرحال کفایت شعاری کے بے شمار طریقے ہیں۔

ایک دفعہ دوست کے ساتھ ہستی باری تعالیٰ پر بات ہو رہی تھی۔ اس کو ایک حوالہ پیش کیا اس نے کتاب لی اور میرے سامنے کتاب کا ایڈیشن والا صفحہ رکھ دیا۔مطلب اس کا یہ تھا کہ آج ہستی باری تعالیٰ کو کس طرح تلاش کیا جا سکتا ہے۔اس کے ذہن میں بے شمار شک وشبہات تھے۔سوال میرے دوست کا بظاہر جائز تھا۔

اس کا تو فرض ہے کہ وہ ڈھونڈے خدا کا نور

تا ہووے شک و شبہ سبھی اس کے دل سے دور

(درثمین)

آج کے مادی اور افراتفری کے دور میں یہ سوال ہوتا ہے۔اور خاص طور پر دہریہ نظریات سے متاثر لوگ وجود باری تعالیٰ کے متعلق اکثر و بیشتر یہ سوال ضرور کرتے ہیں۔

اس کے بے شمار جوابات ہیں لیکن چونکہ موضوع مسکین کے لئے روٹی ہے تو اس سوال کا جواب اس ہی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا۔اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا وہ کہے گا اے میرے رب میں تجھے کس طرح کھلا سکتا ہوں جب کہ تو سب جہانوں کا رب ہے۔وہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تو جانتا نہیں کہ اگر تو اسے کھلا دیتا تو اسے میرے پاس پاتا۔ (صحیح مسلم۔جلد13،حدیث4647،صفحہ231)

اب دیکھئے اس حدیث میں خدا تعالیٰ کو پانے کا ایک ذریعہ کسی مسکین کو کھانا مہیا کرنا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔کمزوروں میں مجھے تلاش کرو یعنی میں ان کے ساتھ ہوں اور ان کی مدد کر کے تم میری رضا حاصل کر سکتے ہو۔یہ حقیقت ہے کہ کمزوروں میں اور غریبوں کی وجہ سے ہی تم خدا کی مدد پاتے ہو اور اس کے حضور سے رزق کے مستحق بنتے ہو۔

(جامع ترمذی۔بحوالہ حدیقۃ الصالحین،صفحہ565)

وہی مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنے کا ایک طریقہ مسکین کی خدمت کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لئے پیغمبروں نے مسکینی کا جامع ہی پہن لیا تھا۔''

(ملفوظات۔ جلد5، ایڈیشن 2016ء، صفحہ 204)

اور جہاں تک سوالی کا تعلق ہے تو اسے مت جھڑک

(سورۃ الضحیٰ 11:93)

اکثر یہ بحث بھی ہوتی ہے کہ اس فقیر کی مدد کرنی چاہئے تھی یا نہیں۔ یہ روٹی کھانے کے نام پر مانگ رہا ہے مگر اصل میں ایسا نہیں ہے بعض تو اس فقیر کے پیچھے پورا نیٹ ورک ثابت کر دیتے ہیں۔ سوال ایک روٹی کے لئے چند پیسوں کا ہوتا ہے اور جواب میں لمبی فلسفیانہ گفتگو۔ پہلی تو یہ بات ہے کہ تھوڑا سا دے دینا چاہئے اور اگر کسی وجہ سے نہ دے سکے تو اردو زبان میں اس کا جواب بڑا ہی پیارا اور نرمی کے ساتھ یہ ہے کہ ہمیں معاف کر دینا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی تمام بحثوں کو اپنے پاؤں تلے کچل کر رکھ دیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ سائل کو دیکھ کر چڑ جاتے ہیں۔ اور اگر کچھ مولویت کی رگ ہو تو اس کو بجائے کچھ دینے کے سوال کے مسائل سمجھانے شروع کر دیتے ہیں اور اس پر اپنی مولویت کا رعب بٹھا کر بعض اوقات سخت سست بھی کہہ بیٹھتے ہیں۔ افسوس ان لوگوں کو عقل نہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے، جو ایک نیک دل اور سلیم فطرت انسان کو ملتا ہے۔ اتنا نہیں سوچتے کہ سائل اگر باوجود صحت کے اگر سوال کرتا ہے تو وہ خود گناہ کرتا ہے۔ اس کو کچھ دینے میں تو گناہ لازم نہیں آتا، بلکہ حدیث شریف میں لو اتاک راکبا کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی خود سائل سوار ہو کر بھی آوے تو بھی کچھ دے دینا چاہئے اور قرآن شریف میں وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ (الضحیٰ 11:93) کا ارشاد آیا ہے کہ سائل کو مت جھڑک۔ اس میں کوئی صراحت نہیں کی گئی کہ فلاں قسم کے سائل کو مت جھڑک اور فلاں قسم کے سائل کو جھڑک۔ پس یاد رکھو کہ سائل کو مت جھڑکو۔ کیونکہ اس سے ایک قسم کی بداخلاقی کا بیج بویا جاتا ہے۔ اخلاق یہی چاہتا ہے کہ سائل پر جلدی ناراض نہ ہو۔ یہ شیطان کی ایک خواہش ہے کہ وہ اس طریق سے تم کو نیکی سے محروم رکھے اور بدی کا وارث بنا دے۔''

(ملفوظات۔ جلد اول، ایڈیشن 2016ء، صفحہ 480-481)

بے شمار واقعات ہیں جن کے ذریعے ترغیب دلائی گئی ہے کہ مسکین کے لئے روٹی کا سامان کیا جائے یا خوراک کا انتظام کیا جائے۔ ایک واقعہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

یہ واقعہ دو خلفائے احمدیت نے اپنے خطبات میں بارہا سنایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ 30 جولائی 1982ء میں بیان فرمایا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں یہ روح پرور اور ایمان افروز واقعہ لکھا ہوا ہے۔ لمبا واقعہ ہے اس لئے اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ ایک بہت بڑے ولی اللہ حج پر گئے۔ رؤیا میں دیکھا فرشتے باتیں کر رہے تھے کہ اس دفعہ کسی آنے والے کا حج قبول نہیں ہوا۔ مگر ایک شخص جو حج پر ہی نہیں گیا اس کی وجہ سے تمام کا حج اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا۔ اس کا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا لگا۔ ولی اللہ حیران و پریشان ہو گئے کہ تم یہ کیا باتیں کر رہے ہو۔ وہ کون شخص ہے اور اس نے ایسا کیا کیا۔ فرشتوں نے اس شخص کا پتہ دے دیا۔ ولی اللہ اس شخص کے پاس گئے اور معلوم کیا کہ تم نے ایسا کیا عمل کیا ہے۔ وہ شخص جو حج پر نہیں گئے تھے بولے کہ مجھے بہت شوق تھا کہ میں حج کروں اور اس کے لئے میں پیسے جمع کر رہا تھا میں خود انتہائی غریب ہوں مگر ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ میرا پڑوسی انتہائی کسمپرسی وغربت میں زندگی گذار رہا ہے اور حرام کھانے پر مجبور ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا تو میں نے سارے حج کے پیسے پڑوسی کو دیدیئے تا کہ وہ اپنے گھر والوں کے لئے روٹی وخوراک کا انتظام کر لے۔ اور حج کا ارادہ ترک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گھر آیا اور فرمایا کہ اے میرے بندے میں تیرا حج قبول کرتا ہوں۔

(مکمل واقعہ۔ خطباتِ طاہرؒ۔ جلد اول، صفحہ 86)

بھوک کی تکلیف دور کرنے پر اللہ تعالیٰ نے کتنی خوشنودی فرمائی۔

پھر حدیث میں بھی یہی مضمون ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

كادالفقران يكون كفرا

یعنی قریب ہے کہ غربی کفر بن جائے۔

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الآداب 5051)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

" الخير كله في القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔''

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن، جلد 19 صفحہ 27)

قرآن میں آتا ہے کہ لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ قف لا (سورۃ البقرۃ 2 آیت 257) دین اسلام میں کوئی سختی نہیں، کوئی جبر نہیں۔ یہ درست ہے کہ دین اسلام میں کوئی سختی نہیں سوائے ایک تعلیم کے کہ اور وہ ہے مسکین کے لئے روٹی کا انتظام کرنا۔ اس کے لئے بہت سخت تاکیدی حکم ہے۔ اسلام میں مسکین کو کھانا کھلانے کے بارہ میں پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ اب دیکھئے کسی سے بھی سوال کیا جائے کہ ایک آدمی نیک عمل کرتا ہے اور دوسرا نہیں کرتا۔ تو جواب یہ آئے گا کہ جو بھی نیک عمل کرتا ہے تو اچھی بات ہے اور جو نہیں کرتا غلط کرتا ہے۔ دہریہ کا بھی یہ ہی جواب ہوگا۔ عام سیدھی سادھی سی بات ہے۔ عمل کی بنیاد پر اچھے برے کا فیصلہ ہے۔

اسلام میں نماز پڑھنے کا تاکیدی حکم ہے۔ مطلب یہ کہ جو نماز پڑھتا ہے بہت اچھا کرتا ہے اور جو نہیں پڑھتا تو وہ غلط کرتا ہے۔ لیکن یہ کہیں حکم نہیں ہے کہ اگر کوئی نمازی دوسرے کو نماز کی طرف ترغیب نہیں دلاتا تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بن سکتا ہے۔

اسلام میں مسکین وغریب کو روٹی یا خوراک کا سامان دینے کا انتہائی تاکیدی حکم ہے۔ مطلب یہ کہ جو مسکین کے لئے روٹی یا خوراک کا خیال کرتا ہے بہت اچھا عمل کرتا ہے اور جو کر سکتا ہے اور پھر نہیں کرتا وہ غلط کرتا ہے۔ لیکن اسلام میں ایک آدمی جو یہ نیکی کرتا ہے اور دوسروں کو اس طرف ترغیب نہیں دلاتا تو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی کا موجب بن سکتا ہے۔

مذہب اسلام میں یہ واحد اتنی بڑی نیکی ہے کہ صرف مسکین غریب کے لئے روٹی کا انتظام نہیں کرنا بلکہ ایک دوسرے کو اس کی طرف توجہ بھی دلانی ہے۔ یہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ صرف ایک دوسرے کو توجہ اور یاد دہانی کرانے پر ہی اللہ تعالیٰ کی بے حد خوشنودی ہے۔ اور اگر صرف یاد دہانی بھی نہیں کراتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت ناراضگی کا اظہار ہے۔ اگر ایک بار بھی قرآن کریم میں یہ تعلیم آتی تو مسلمانوں کے لئے انتہائی تاکیدی حکم تھا۔ لیکن ایک بار نہیں، قرآن شریف میں بار بار تواتر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے ان لوگوں پر جو ایک دوسرے کو اس طرف یاد دہانی یا ترغیب تک نہیں دلاتے۔

قرآن کریم میں اس اہم انسانی مسئلہ کے متعلق عظیم الشان تعلیم ملتی ہے۔ حیران و پریشان ہو جاتا ہے کہ سچے مذہب اسلام میں انسانیت کی خدمت کے متعلق کتنی سخت تعلیم ہے۔

درج ذیل تمام آیات میں مسکین کو کھانا کھلانے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ ایک دوسرے کو اس طرف یاد دہانی و ترغیب دلانے کی بات ہو رہی ہے۔

پہلی آیت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (سورۃ الحاقہ 35:69)

اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔

اب دیکھئے مضمون یہ ہے کہ مسکین کی خدمت کے لئے ایک دوسرے کو یاد دہانی کراتے رہنا چاہئے۔ انتہائی سختی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس جانب توجہ دلائی ہے کہ ایک دوسرے کو اس اہم انسانی مسئلہ کی طرف یاد کراتے رہا کرو۔ بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کی بے حد ناراضگی کا موجب بن سکتا ہے۔ اصل میں اس اور دوسری آیات میں منفی انداز میں اس اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گی ہے۔ اب اگر مضمون مثبت انداز میں ہوتا کہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی جائے تو معنی یہ نکلتے کہ جو ترغیب دے اچھی بات اور جو نہ دے کوئی بات نہیں۔ مگر ان آیات میں منفی انداز سے تلقین دلانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ کوئی بھی اس اہم ترین فرض سے باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے معاشرہ کے ہر فرد پر فرض قرار دیا ہے کہ ایک دوسرے کو اس اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائے، شعور پیدا کرے، ایک دوسرے کو یہ فعل کرنے کے لئے ابھارے۔ اسلام میں انسانیت کی کتنی حسین اور عظیم تعلیم ہے کہ صرف اس اہم انسانی مسئلہ پر بات کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ اسلام جس میں انسانی مسئلہ پر بات کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

دوسری آیت: قرآن حکیم میں آتا ہے کہ:

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝

(سورۃ الفجر 19:89)

اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو۔

وہی مضمون دوبارہ کہ اگر کوئی شخص مسکین وغریب کو کھانا کھلانے کی طرف توجہ دلاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے حد خوشنودی حاصل کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ اور اگر ایک دوسرے کو اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ بھی نہیں کراتا تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن سکتا ہے۔

اس آیت میں اور دوسری آیات میں جو ترغیب کا ذکر آیا ہے۔ اس کو ذرا وضاحت سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

معاشرہ میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ مثلاً

اوّل۔ انتہائی بخیل تو ہر طرح کی کوشش کرتا ہے کہ نہ کھانا کھلائے اور نہ ہی دوسروں کو اس کی تلقین کرے۔

دوم۔ بعض بخیل ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دوسروں کے توجہ دلانے پر کچھ نہ کچھ مسکین کے لئے خوراک کا انتظام کر دیتے ہیں۔

سوم۔ بعض کے حالات ایسے ہوتے ہیں خود کی روٹی کا سامان بڑی مشکل سے ہوتا ہے۔ لیکن ان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس بڑی نیکی کا حصہ بنا جائے۔ اسلام میں کوئی نیکی سے محروم نہ رہ جائے اس کے لئے سب کو برابر کا موقع دیا ہے۔ اب ایسے لوگ تلقین اور ترغیب تو ایک دوسرے کو دلا سکتے ہیں۔ کوئی تو ایسی خوبی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو عطا کرتا ہوگا جس سے یاد دہانی کرا سکے کہ اس طرف توجہ کی جائے۔ اور نہیں تو ایسے خیراتی ادارہ، فوڈ بینک میں چند گھنٹے ہی دے سکتے ہیں۔ کوئی بھی ایسا عمل اور فعل تو کر سکتے ہے جس سے دوسرے کو ترغیب ہو کہ مسکین کے لئے روٹی کا خیال رکھا جائے۔

چہارم۔ کچھ لوگ مسکین کا خیال رکھتے ہیں لیکن ایک دوسرے کو تلقین نہیں کرتے۔ اس لئے ایک دوسرے کو تلقین کرنا بہت ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔

پنجم۔ اور کچھ لوگ مسکین کا خیال کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دوسرے بھی مسکین کا خیال رکھتے ہیں اس کے باوجود ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ آیات کریمہ ہے۔ جس کے تحت ایک دوسرے کو تلقین کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے۔

تیسری آیت: پھر ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝

(سورۃ الماعون 4:107)

اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔

وَلَا يَحُضُّ : اور نہیں رغبت دلاتا اور نہیں تاکید کرتا

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ: مسکین کے کھانا کھلانے پر

اور نہ کسی دوسرے کو اس امر کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مسکین کو کھانا کھلایا کرے۔

(حقائق الفرقان۔ جلد چہارم، صفحہ 478)

پس لَا يَحُضُّ کے معنے ہوں گے وہ آمادہ نہیں کرتا۔ ترغیب نہیں دلاتا۔ (تفسیر کبیر۔ جلد دہم، صفحہ 221)

پھر دوبارہ وہی مضمون ہے۔ اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ دلائی ہے ایک دوسرے کو توجہ دلاتے رہو۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مضمون کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔

''اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلا تو دیتا ہے مگر خلوص نیت سے نہیں۔ کیونکہ اگر وہ سچے دل سے کھانا کھلاتا تو دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلاتا۔ کیونکہ جو اچھی چیز ہو اس کی دوسروں کو بھی تلقین کی جاتی ہے مگر وہ آپ تو کھانا کھلا دیتا ہے لیکن دوسروں کو اس کی ترغیب نہیں دیتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص شرم اور لحاظ کے مارے ایسا کرتا ہے۔ سچے دل سے ایسا نہیں کرتا اور اس کے دل میں اس کام کرنے کی تڑپ نہیں ہے۔ گویا سوال کرنے پر مسکین کو کھانا کھلا دیتا ہے خود غربا کی خدمت کا شوق نہیں رکھتا۔ تحریک کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غرباء کو بغیر مانگے روٹی مل جاتی ہے۔ جب لوگ ایک دوسرے کو غرباء کی امداد کی تلقین کرتے رہیں تو غرباء کو مانگنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔''

(تفسیر کبیر۔ جلد دہم، صفحہ 221)

مختصراً یہ کہ کوئی بھی ایسا عمل یا فعل جس سے کہ دوسرے کو اس کی طرف ترغیب ہو یا دوسرے کے دل میں بھی تحریک پیدا ہو تو نہ صرف ایسا عمل درست ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بے حد خوشنودی کا بھی باعث ہے۔

خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہمیں تاکیدی حکم ہے کہ مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلایا جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

آپؒ نے خطبہ جمعہ میں مسکین کو کھانا کھلانے کی تحریک فرمائی۔ آپؒ نے فرمایا کہ:

''پس ہمارے خدا نے ایک حکم دیا ہے ہمارے پیارے رسول ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ محتاجوں کو کھانا کھلاؤ اور ہم نے اس تاکیدی ارشاد پر عمل کرنا ہے۔ یہ ایک بڑی اہم ذمہ داری ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کو ہر وقت یاد رکھیں اور اس کے متعلق ہر وقت سوچتے رہیں کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر عمل کرنے سے بڑے خوشکن نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔''

(خطباتِ ناصرؒ۔ جلد اول، صفحہ 51-52)

دن برے آئے اکٹھے ہو گئے قحط و وباء

آج تو قدرتی قحط سالی بھی ہے اور مصنوعی قحط سالی بھی، غربت اور افلاس میں بھی بے انتہا اضافہ ہو گیا ہے، خانہ جنگی کی وجہ سے لاکھوں لوگ بے گھر ہے۔ پھر یہ COVID-19 کی وجہ سے ایسا لگتا ہے کہ دنیا ہی Lockdown ہو گئی ہے۔ مارچ کے آخری ہفتے میں اخباروں میں خبر آئی کہ:

The World is in a recession - IMF Chief

لیکن جب حالات معمول کے مطابق نہیں ہوں گے تو معیشت

کو ہلا دینے والا طوفان آئے گا۔ترقی پذیر ممالک کی معیشت تو متاثر ہوگی مگر جو ترقی یافتہ ممالک ہیں وہ بھی اس سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ایک چیز یقین کے ساتھ سب کو نظر آ رہی ہے کہ غربت، بھوک اور افلاس میں بے انتہا اضافہ ہوگا۔اور ایسی صورت حال میں اکیلے حکومتیں مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ہر مصیبت سے بچا اے میرے آقا ہر دم
حکم تیرا ہے زمیں تیری ہے دوراں تیرا
(درثمین)

اس سارے پس منظر کو مدنظر رکھتے ہوئے خاکسار کی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آج یہ تحریک پھر سے زندہ ہو جائے۔آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کو جھٹلانے والوں کی دو نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

''اول یتیم کو دھکے دیتا ہے۔اور دوم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا اور نہ کسی دوسرے کو اس کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مسکین کو کھانا کھلایا کرے۔'' (حقائق الفرقان۔جلد چہارم،صفحہ 478)

مسکین کو کھانا کھلانا انتہائی احسن عمل ہے۔

ہر نیکی صدقہ ہے۔(صحیح مسلم۔جلد چہارم، 1659)

یہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے پیارے حبیب ﷺ کا وعدہ ہے کہ صدقہ کسی بھی صورت میں مال میں کمی نہیں کرتا۔

صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔

(صحیح مسلم۔جلد13،حدیث نمبر4675)

قرآن شریف میں آتا ہے کہ:

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

(سورۃ البقرۃ2:277)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں پھر کہتا ہوں کہ یاد رکھوں آج کل کے ایام میں مسکینوں اور بھوکوں کی مدد کرنے سے قحط سالی کے ایام کی تنگیوں سے بچ جاؤ گے۔خدا تعالیٰ مجھ کو اور تم کو توفیق دے کہ جس طرح ظاہری عزتوں کے لئے کوششیں کرتے ہیں۔ابدالآباد کی عزت اور راحت کی بھی کوششیں کریں۔'' آمین

(حقائق الفرقان۔جلد چہارم،صفحہ 291)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ مورخہ 22 مئی 2020ء میں فرماتے ہیں۔

''ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے جہاں خود اللہ تعالیٰ کا حق اور بندوں کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں وہاں دوسروں کو بھی اس طرف توجہ دلاتے رہیں اور اپنے پاک نمونوں سے دنیا کو خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے والا بنانے کی کوشش کریں۔ ...

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''ہر ایک خدا کو ناراض کرنے والی باتوں سے توبہ کریں۔توبہ سے یہ مراد ہے کہ ان تمام بدکاریوں اور خدا کی نارضامندی کے باعثوں کو چھوڑ کر ایک سچی تبدیلی کریں اور آگے قدم رکھیں اور تقویٰ اختیار کریں۔اس میں بھی خدا کا رحم ہوتا ہے۔ ... اخلاق کی درستی کے ساتھ اپنے مقدور کے موافق صدقات کا دینا بھی اختیار کرو۔ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (سورۃ الدھر 9:76) یعنی خدا کی رضا کے لئے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہم دیتے ہیں اور اُس دن سے ہم ڈرتے ہیں جو نہایت ہی ہولناک ہے۔

قصہ مختصر دعا سے،توبہ سے کام لو اور صدقات دیتے رہو تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے ساتھ تم سے معاملہ کرے۔''

(ملفوظات،جلد اول،صفحہ 208 ایڈیشن 1984ء)

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔12 جون 2020ء،صفحہ 6)

توبہ کے حقیقی معانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''توبہ کے معنے ہیں ندامت اور پشیمانی سے ایک بدکام سے رجوع کرنا۔توبہ کوئی برا کام نہیں ہے۔بلکہ لکھا ہے کہ توبہ کرنے والا بندہ خدا کو بہت پیارا ہوتا ہے۔خدا تعالیٰ کا نام بھی تواب ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اپنے گناہوں اور افعال بد سے نادم ہو کر پشیمان ہوتا ہے اور آئندہ اس بدکام سے باز رہنے کا عہد کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رجوع کرتا ہے رحمت سے۔خدا انسان کی توبہ سے بڑھ کر توبہ قبول کرتا ہے۔چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر انسان خدا کی طرف ایک بالشت بھر جاتا ہے تو خدا اس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہے۔اگر انسان چل کر آتا ہے تو خدا تعالیٰ دوڑ کر آتا ہے یعنی اگر انسان خدا کی طرف توجہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی رحمت، فضل اور مغفرت میں انتہا درجہ کا اس پر فضل کرتا ہے، لیکن اگر خدا سے منہ پھیر کر بیٹھ جاوے تو خدا تعالیٰ کو کیا پروا۔''

(ملفوظات۔جلد پنجم،صفحہ 608)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم۔شکر گزاری

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔حضورؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: جو تھوڑے پر یعنی چھوٹی بات پر شکر نہیں کرتا وہ بڑی نعمت پر بھی شکر ادا نہیں کرتا اور جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا کرتا۔اور نعماء الٰہیہ کا ذکر کرتے رہنا شکر گزاری ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ہیں انسان کے اوپر ان کا ہر وقت شکر ادا کرتے رہنا چاہئے۔اور اس کا ذکر نہ کرنا، کفر اور ناشکری ہے۔اور جماعت ایک رحمت ہے اور تفرقہ بازی عذاب ہے۔اس پر بھی شکر کرنا چاہئے کہ ایک جماعت سے منسلک ہے انسان۔پھر امت کو دنیا کی لالچوں سے دور رہنے اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننے کے لئے آپؐ نے اس طرح نصیحت فرمائی ہے کہ تم میں سے جو کم درجے والا یا کم وسائل والا ہے تم اس کی طرف دیکھو اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم میں سے اوپر اور اچھی حالت میں ہے۔

(مسند احمد بن حنبل،جلد2،صفحہ 254،مطبوعہ بیروت)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یہ اللہ تعالیٰ کا کمال فضل ہے کہ اس نے کامل اور مکمل عقائد صحیحہ کی راہ ہم کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بدوں مشقت اور محنت کے دکھائی ہے بغیر کسی محنت اور مشقت کے دکھادی ہے۔وہ راہ جو آپ لوگوں کو اس زمانے میں دکھائی گئی ہے بہت سے عالم ابھی تک اس سے محروم ہیں۔پس خدا تعالیٰ کے اس فضل اور نعمت کا شکر کرو اور وہ شکر یہی ہے کہ سچے دل سے ان اعمال صالحہ کو بجالاؤ جو عقائد صحیحہ کے بعد دوسرے حصہ میں آتے ہیں اور اپنی عملی حالت سے مدد لے کر دعا مانگو کہ وہ ان عقائد صحیحہ پر ثابت قدم رکھے اور اعمال صالحہ کی توفیق بخشے۔''

(ملفوظات۔جلد اول،صفحہ 94-95 جدید ایڈیشن)

اللہ کرے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کی کوشش کرنے والے ہوں جو آپ نے ہمارے سامنے قائم فرمایا اور ان نصیحتوں پر عمل کرنے والے ہوں جو شکر گزار بندہ بننے کے لئے آپ نے ہمیں فرمائیں۔اور جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دعا مانگو کیونکہ دعاؤں کے ساتھ ہی ان پر عمل کرنے کی بھی توفیق ملے گی۔اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل 2005ء)

نماز میں عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار جسم سے بھی ہونا چاہئے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ ... اِسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیاز مندی کی حالت دکھاتا ہے اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نِرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے اس لئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیاز مندی کے آخری مقام پر پہنچتا ہے تو اُس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں۔ اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ ... غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں۔ ... اس لئے ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہئے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو۔‘‘

(ملفوظات۔ ایڈیشن 1988ء، جلد 2، صفحہ 696۔697)

شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا

رپورٹ خصوصی اجلاس تعلیم القرآن

پیس ولیج اور وان جماعتوں کا یہ مشترکہ ورچوئل (virtual) پروگرام مورخہ 24 اکتوبر 2020ء بروز ہفتہ تین بجے بعد دوپہر شروع ہوا۔ مکرم محبّ الرحمٰن درد صاحب سیکرٹری تعلیم القرآن و وقف عارضی وان جماعت کی درخواست پر اس مبارک اجلاس کی صدارت محترم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے کی۔

اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم سید مبشر احمد صاحب پیس ولیج جماعت نے کی۔ آپ نے سورۃ الفرقان کی آیت 1 تا 7 کی تلاوت خوش الحانی سے کی۔ ان آیات کریمہ کا انگریزی ترجمہ مکرم طٰحٰہ احمد چیمہ صاحب پیس ولیج جماعت اور اُردو ترجمہ مکرم منصور احمد ملک صاحب پیس ولیج جماعت نے پیش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ کلام 'فضائل قرآن مجید' کے چند اشعار مکرم عمران حفیظ صاحب وان جماعت نے اپنی خوبصورت آواز میں سنائے۔ ان اشعار کا انگریزی ترجمہ مکرم حارث احمد ودود صاحب وان جماعت نے پڑھ کر سنایا۔

افتتاحی خطاب

محترم امیر صاحب نے اپنے افتتاحی کلمات میں پروگرام کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم دنیا کی تمام کتابوں میں سے سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے لہٰذا ہمیں بھی باقاعدگی سے روزانہ تلاوت کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

پہلی تقریر

اس اجلاس کی پہلی تقریر محترم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی سلسلہ پیس ولیج نے انگریزی میں 'خلافت کے انعام کے دوام کے لئے قرآنی راہنمائی' کے موضوع پر کی۔ آپ نے تقریر کا آغاز سورۃ النور آیت 56 اور 57 کی تلاوت سے کیا اور ان آیات کریمہ کا ترجمہ پیش کیا۔ آپ نے وضاحت کی کہ خلافت کے انعام کا وعدہ ایمان لانے اور عمل صالح بجا لانے سے مشروط ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریرات کے حوالے پیش کئے اور بتایا کہ اول شرط ایمان کا کامل اور سچا اور مضبوط ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرستادوں پر ایمان نیز اس دور میں امام زماں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کامل وفاداری کے ساتھ ایمان لانا ہے۔ کامل اطاعت رسول، کامل اطاعت خلافت میں ہے اس لئے نظام خلافت کی مکمل اطاعت کر کے ہم انعام خلافت کے مستقل وارث رہ سکتے ہیں۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقاریر اور خطبات سے بھی حوالہ جات پیش کئے اور توجہ دلائی کہ اب جب ہم میں خلافت موجود ہے تو کیا ہم اپنی ذمہ داریاں کماحقہ پوری کر رہے ہیں؟ کیا ہم اپنی روزمرہ زندگی خلافت کی اطاعت کے دائرے میں رہ کر گزار رہے ہیں؟ ہمیں اس بارے میں جائزہ لیتے رہنا چاہیئے۔

آخر میں آپ نے سامعین وناظرین پر زور دیا کہ ہمیں چاہیئے کہ ہم خلیفہ وقت کی ہدایات کو غور سے سنیں اور ان پر عمل کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

دوسری تقریر

اس اجلاس کی دوسری تقریر محترم مولانا عبدالرشید انور صاحب مشنری انچارج جماعت احمدیہ کینیڈا کی تھی۔ جس کا موضوع تھا 'اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے قرآن کریم کس طرح راہنمائی کرتا ہے' آپ نے انگریزی میں اپنی تقریر میں فرمایا کہ قرآن کریم میں لفظ علق آیا ہے جس کے ایک معنی محبت کے ہیں یعنی خدا سے انتہائی محبت۔ آپ نے بتایا کہ یہ موضوع اپنی نوعیت میں بہت اہم ہے کہ اگر قرآن خدا کا کلام ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس سے محبت کے بارہ میں کس طرح راہنمائی کر سکتا ہے۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں میں سے اقتباسات پڑھ کر سنائے جن میں سے ایک حوالہ کشتی نوح سے بھی تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے تورات کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے بس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ ... قرآن ایک ہفتے میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔''

آپ نے آخر میں فرمایا کہ تمام کتابوں میں سے صرف قرآن کریم ہی ہے جو انسان کو تعلق باللہ کے سلسلے میں راہنمائی دیتا ہے اس کی تعلیمات پر عمل کر کے خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآنی ہدایات کی روشنی میں اس تعلق کو مضبوط کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

تیسری تقریر

اس اجلاس کی آخری تقریر 'وقفِ عارضی کی اہمیت' کے موضوع پر مکرم شیخ عبدالہادی صاحب سیکرٹری تعلیم القرآن و وقف عارضی جماعت احمدیہ کینیڈا نے کی۔ آپ نے اپنی تقریر کی ابتدا میں سورۃ الانعام کی آیت 163 اور 164، قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ... اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ پیش کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے ایک بہترین مثال ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلفاء اور مبلغین سلسلہ، سب نے اپنی زندگی تبلیغ دین کے لئے وقف کی۔ یہ سب ہمارے لئے مثال ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ محدود لحاظ سے ہی سہی ہم کس طرح تبلیغ میں ان کی تقلید کر سکتے ہیں۔ وقفِ عارضی کی تحریک ہمیں یہ موقع فراہم کرتی ہے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے اس خطبے کا حوالہ دیا جس میں آپؒ نے اس تحریک کو جاری کرنے کا اعلان فرمایا اور اس کو ایک خدائی تحریک قرار دیا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک دفعہ ایک کشف کا اظہار فرمایا تھا جس میں آپؓ نے جنوبی امریکہ میں تبلیغی کامیابیوں اور کامرانیوں کا ذکر کیا تھا۔ مکرم شیخ صاحب نے بتایا کہ اب کینیڈا سے وقفِ عارضی پر جانے والے احباب کی تبلیغی کوششوں سے کئی جنوبی امریکہ کے ممالک میں جماعتیں قائم ہوگئی ہیں اور نئے آنے والے اپنے اخلاص میں روز

بروز ترقی کر رہے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حال ہی میں نیشنل مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگ میں اس تحریک میں شامل ہوکر وقفِ عارضی کرنے پر بہت زور دیا۔حضور انور نے فرمایا کہ تمام عہدے داران کو اس میں حصہ لے کر جماعت کے ممبران کے لئے مثال قائم کرنی چاہئے۔

مکرم شیخ صاحب نے اس تحریک کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے دو مقاصد ہیں ایک یہ کہ اپنی اصلاح کی جائے۔ان دنوں میں دعا و نوافل کی ادائیگی اور تلاوت قرآن کریم کرنے اور اس پر غور کرنے پر وقت صرف کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ مقامی جماعت کے صدر جماعت سے مل کر ممبران جماعت سے رابطہ بڑھایا جائے تعلیم القرآن اور تربیتی امور پر خاص زور دیا جائے نیز تبلیغ میں وقت گزارا جائے۔اس مبارک تحریک میں حصہ لینے کے لئے کم از کم دو ہفتے وقف کرنے ہوتے ہیں۔موجودہ صورت حال کے پیش نظر حضور انور نے ورچوئل(virtual) وقفِ عارضی کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اس طرح گھر میں رہ کر ہم وقفِ عارضی کر سکتے ہیں۔آخر میں آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس تحریک میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اختتامی خطاب

محترم امیر صاحب نے اپنے اختتامی کلمات میں ایک دفعہ پھر احباب جماعت کو توجہ دلائی کہ ہم قرآن کریم کی تلاوت میں باقاعدگی پیدا کریں اور سب اس کو کتابوں سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ثابت کرنے میں اپنی ذمہ داری نبھائیں۔بعد میں آپ نے دعا کرائی اور اس طرح یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔اس پروگرام کو ڈیڑھ ہزار سے زائد افراد جماعت نے دیکھا اور سنا۔

(رپورٹ مکرم غلام احمد عابد صاحب سیکرٹری اشاعت امارت وان)

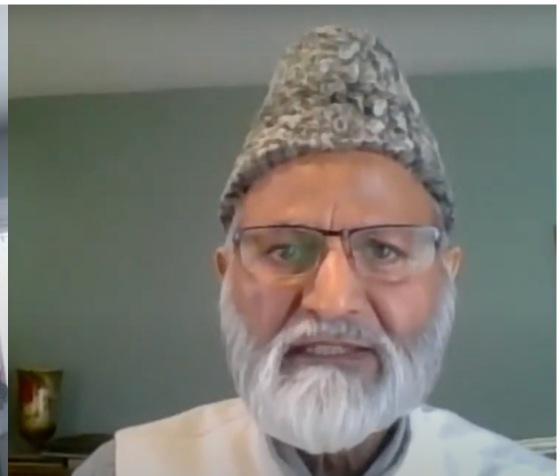
محترم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

محترم مولانا عبدالرشید انور صاحب

محترم مولانا مرزا محمد افضل صاحب

مکرم شیخ عبدالہادی صاحب

مکرم سید مبشر احمد صاحب

مکرم عمران حفیظ صاحب

مکرم طہٰ احمد چیمہ صاحب

مکرم منصور احمد ملک صاحب

مکرم حارث احمد ودود صاحب

میری نانی جان

مکرم محمد آصف منہاس صاحب

خوبصورت سرخ وسپید، صحت مند بچی حمیدہ بیگم صاحبہ کے بطن سے قادیان میں پیدا ہوئیں، نام صاحبزادی نواب امۃ الحفیظ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرخ تاج رکھا اور انہوں نے ہی گھٹی بھی دی۔ یہ بچی خاندان اقدس کی بزرگ خواتین کی آنکھ کا تارا تھی۔

فرخ تاج کے نانا حضرت حکیم محمد زمان عباسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالیرکوٹلہ کے شاہی طبیب تھے۔ اُن کی عین جوانی ہی میں وفات ہوگئی تھی۔ حکیم صاحبؓ نے گھر میں اکیلے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے احمدیت قبول کی تھی۔ یہ اپنے علاقے کے گدی نشین اور نواب آف مالیرکوٹلہ کے شاہی حکیم تھے۔ اللہ نے چار بیٹیوں خیر النساء، فضل النساء، ، عائشہ بانو، حمیدہ خاتون اور ایک بیٹے محمد زمان عباسی سے نوازا۔ وفات سے قبل انہوں نے اپنی بیوی حضرت زمانی بیگم صاحبہ کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد میرے بچوں کو سسرال یا میکے نہ لے جانا مبادا وہ وہاں جا کر احمدیت سے دُور ہو جائیں انہیں یہیں قادیان ہی میں رکھنا۔

خیر النساء بیگم کراچی میں سید خاندان میں بیاہی گئیں۔ فضل النساء بیگم صاحبہ کی شادی خان ارجمند خان صاحب سے ہوئی اُن کی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے زبردستی خاوند کی دوسری شادی کرائی اور وہ صاحب اولاد ہوئے۔ عائشہ بانو کی راولپنڈی میں شادی ہوئی اور حمیدہ خاتون ہمارے راجپوت خاندان میں میاں غلام نبی خاں منہاس سے بیاہی گئیں۔ ہماری نانی اماں فرخ تاج بیگم ان کی پہلی اولاد تھیں۔ لیکن ابھی سترہ سال کی تھیں کہ والد چل بسے۔ کچھ عرصے بعد ایک بھائی بھی نوجوانی میں چل بسے۔

نانی اماں کی شادی اُن کے ماموں زاد چوہدری محمد اکبر بھٹی آف بکھو بھٹی، سیالکوٹ سے طے پائی۔ چوہدری محمد اکبر الگ ستارہ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ نانا جی کے والد بکھو بھٹی کے نمبر دار تھے، وہ بھی جوانی ہی میں چل بسے۔ محمد اکبر ابھی عمر میں چھوٹے تھے۔ لیکن ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، والد سے وراثت میں چودھراہٹ کے علاوہ زیرک پن اور کمال معاملہ فہمی ملی۔ نوجوانی ہی میں علاقے کے چوہدری کے طور پر سامنے آئے۔ یہاں تک کہ پچیس سال کی عمر میں ہی دوسرے گاؤں اور برادریوں کے لوگ اُن سے فیصلے کرانے آنے لگے۔ پولیس کو یہ ہدایت تھی کہ اس گاؤں میں جو بھی معاملہ ہو جائے آپ نے چوہدری محمد اکبر بھٹی کے گاؤں نہیں جانا۔

جتنی جلدی اللہ نے علاقے میں عزت دی اتنی ہی جلدی اولاد سے بھی نوازا۔ بہت جلد یہ چھ بیٹیوں کے والدین بن چکے تھے۔ عزت تھی، نیک نامی تھی، علاقے میں جان پہچان تھی، راوی چین ہی چین لکھتا تھا کہ 21 اگست 1965ء کو چوہدری محمد اکبر اچانک انتقال کر گئے۔ اس وقت نانا جی 39 سال کے تھے اور نانی اماں محض 35 سال کی۔

صدمہ بڑا جانکاہ تھا۔ ابھی اس سے سنبھلے بھی نہ تھے کہ 1965ء کی جنگ شروع ہوگئی۔ گاؤں سرحد کے پار تھا۔ ہندوستانی فوج کے گاؤں کی حدود میں داخل ہونے سے کچھ گھنٹے پہلے ہر لحاظ سے لٹی پٹی نانی اپنی چھ ذمہ داریوں کو سنبھالے، اندیشوں کا بار لئے اور یادوں کی گٹھڑی اٹھائے اپنے میکے بہاول نگر چک 166 مراد میں آباد ہوئیں۔

خاوند کی زرعی زمین تھی، مالی تنگی تو نہیں تھی لیکن زندگی کی سچائیاں اور کٹھنائیاں سامنے تھیں۔ خود کہا کرتی تھیں کہ زندگی کے چند سال خاوند کے ساتھ نام کے ہم معنی چمکتے تاج کی طرح تھے، حالات نے دربدر کر دیا اور تخت سے فرش پر آ رہی۔

لیکن خدا کی ذات پر توکل تھا، آہنی عزم تھا، عجب حوصلہ تھا، کمال جرأت تھی کہ زندگی سے مقابلے کے لئے کھڑی ہوگئیں۔ بیٹیوں کی حفاظت ہو، ان کی تعلیم اور تربیت ہو، شادیوں کے مرحلے ہوں، ہر موقعے پر اس طرح کھڑی ہوئیں کہ مردانہ وار کا لفظ بھی چھوٹا پڑتا ہے۔ گاؤں میں صرف پرائمری سکول تھا، بیٹیوں کو تعلیم کے مرحلے میں پر رشتہ داروں نے کہا کہ مزید تعلیم کیا دلوانی ہے لیکن ڈٹ گئیں اور قریبی قصبے میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ شادیوں کے مواقع آئے تو سب نے کہا تم سادگی کے ساتھ انہیں اپنے گھروں کا کر دو۔ کہنے لگیں میں اس احساس محرومی کے ساتھ انہیں دوسرے گھر نہیں بھیجوں گی کہ یہ یتیم ہیں یا محروم ہیں۔ اپنے دوسرے عزیزوں سے بہتر اور باوقار انداز میں اپنی چھ بیٹیوں کو رخصت کیا۔

بو باری سے ان کا بڑا پیار کا تعلق اور دوستی تھی، میری والدہ کا نام امۃ الباری بھی ان کے نام پر رکھا۔ بی بی امۃ الباسط سے بھی بڑا پیار کا تعلق تھا۔ ایک دفعہ حضرت چھوٹی آپا بطور صدر لجنہ اماء اللہ بہاول نگر تشریف لائیں۔ میری والدہ اور خالاؤں کی ملاقات ہوئی، پوچھا کہ آپ فرخ کی بیٹیاں ہو؟ پھر بڑی محبت سے انہیں یاد کرتی رہیں۔ راولپنڈی میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ محترمہ بی بی ناصرہ صاحبہ سے کافی عرصے بعد ملاقات ہوئی۔ نانی اماں نے اپنا نام بتایا تو پہچان گئیں ، فرمانے لگیں تم فرخ ہو؟ تم تو اتنی خوبصورت، اتنی پیاری ہوتی تھیں۔ کیا ہوا، وقت نے تمہارے ساتھ کیا ستم کئے؟

پوچھ بیٹھا ہوں میں تجھ سے ترے کوچے کا پتہ
تیرے حالات نے کیسی تری صورت کر دی

ایک دفعہ شدید بیمار ہوئیں اور حالت کافی دگرگوں ہوگئی۔ بتاتی ہیں کہ نانا جان خواب میں آئے اور کہتے ہیں میں نے تمہارے لئے رب سے عمر خضر مانگی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر صحت دی۔

بہت ہی صاحب ذوق خاتون تھیں اور ان ساری کٹھنائیوں اور غم زدہ حالات کے باوجود بھی اپنا اعلیٰ ذوق قائم رکھا۔ پہننے، کھانے اور خصوصاً اچھی خوشبو کا بہت ذوق تھا۔ مہنگی اور اچھی پرفیومز خریدتیں، خود بھی لگاتیں اور تحفے میں بھی دیتیں۔ کپڑوں اور پہناوے کا اعلیٰ ذوق تھا۔ سب جاننے والوں کے ہر غم اور خوشی میں شریک ہوتیں۔ میکے اور سسرال میں ہمیشہ عزت سے رہیں۔ تمام خاندان اور جاننے والے بھی ان کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آتے۔ یادداشت بھی آخری وقت تک کمال کی تھی اور عمومی صحت بھی عمر کے لحاظ سے بہت اچھی تھی۔

سوچو تو سلوٹوں سے بھری ہے تمام روح
دیکھو تو اک شکن بھی نہیں ہے لباس میں

ایک دفعہ کسی بیٹی نے حالات کا شکوہ کیا تو کہنے لگیں کہ میں مشیت ایزدی کے آگے جہاں بے بس تھی اس کے علاوہ کون سی نعمت اور سکھ میں نے تم لوگوں کو بہم پہنچانے کی کوشش نہیں کی؟ مشکل مراحل میں تمام عزیزوں سے بھی تعلق رکھا اور ملنے جلنے والوں سے بھی۔ عزت کی بھی اور کرائی بھی۔ اسی لئے وفات پر سب عزیز واقارب اور ملنے جلنے والے اشکبار تھے کہ ایسی مجاہدانہ اور حوصلہ مندانہ زندگی کتنے ہیں جو جیا کرتے ہیں۔ غریبوں کے لئے رحمدل، امیروں کے لئے غنی، اپنوں کے لئے پیکرِ محبت، غیروں کے لئے مجسم شفقت، اپنی اولاد کے لئے گھنی ٹھنڈی چھاؤں۔ نواسے نواسیوں کے لئے نانی کے علاوہ نانا بھی اور ماموں بھی۔ سب بچوں کو اپنی ہتھیلی کا چھالہ بنا کے رکھا۔ ہمارے ہر طرح سے لاڈ اٹھائے، بہترین کھلونے، کپڑے اور چیزیں ہمیں مہیا کیں۔

مشکلات اور حالات کی سختی سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرخرو ہو کر نکلیں۔ چھ بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ نے اچھے اچھے خاوند دیئے جو نانی اماں کی بھی والدہ کی طرح عزت کرتے۔ ساری بیٹیاں صاحب اولاد ہوئیں۔ جلسہ سالانہ یوکے اور جرمنی جاتی رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے اپنے نواسے نواسیوں کے لئے تحفے لاتیں۔ ہمیشہ کسی کو کچھ نہ کچھ دیا کسی سے کچھ مانگا نہیں۔ جب بھی کسی ملک کے ویزا کے لئے درخواست دی، آرام سے ہی مل گیا۔ چند سال سے کینیڈا میں تھیں۔ چند ماہ پہلے اپنی آخری نواسی کی شادی میں شرکت کے لئے کراچی آئیں۔

ہمیشہ خاتمہ بالخیر کی خواہش اور دعا کرتی تھیں۔ ان دنوں ہمارے پاس اسلام آباد آنے کا پروگرام تھا۔ وفات والے دن خالہ کے گھر میں دوسری منزل پر خود اپنا سامان پیک کیا۔ کپڑے علیحدہ علیحدہ رکھے۔ گردن کے قریب کھچاؤ اور درد محسوس ہوا۔ خالہ نے دبایا پھر کہتی ہیں ٹھیک ہوں اب نیچے اپنے کمرے میں جاتی ہوں۔ خالہ اور ان کی بیٹی ساتھ نیچے اتریں۔ اپنے کمرے میں داخل ہوئیں اور کہنے لگیں مجھے پکڑنا۔ انہوں نے پکڑ کر بیڈ پر لٹایا تو جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکی تھیں۔ خواہش تھی کہ پرانے بہشتی مقبرے میں تدفین ہو۔ حضور انور کی خصوصی شفقت سے اجازت مل گئی اور وہیں دفن ہوئیں۔ مکرم مولانا حافظ مظفر احمد صاحب نے جنازہ پڑھایا اور تدفین کے بعد قبر پر دعا کروائی۔

وفات کے بعد چہرے پر عجب سکینت تھی جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مقام محمود پر فائز فرما دیا ہو اور زندگی کے ہر امتحان میں کامران ٹھہری ہوں اور سرخرو ہو کر مالک حقیقی کے حضور حاضر ہوں۔

جس طرح کی سخی اور کسی کا احسان نہ لینے والی خاتون تھیں اللہ تعالیٰ نے وفات کے وقت بھی وہی سلوک فرمایا۔ اپنی وصیت کا حصہ کافی عرصہ قبل ادا کر چکی تھیں۔ آخری وقت میں بھی مالی اور جسمانی طور پر کسی کی محتاج نہ ہوئیں۔ بلکہ ایک اچھی رقم علیحدہ رکھی ہوئی تھی کہ میری وفات پر ہونے والے اخراجات کی ادائیگی اِن سے کرنا۔ لاکھوں روپوں کی یہ رقم ان کی بیٹیوں نے صدقہ جاریہ کے طور پر کنواں لگوانے اور مریم شادی فنڈ میں ادا کر دی کہ ہمیشہ یتیموں اور محروموں کی خبر گیری اور مالی امداد کرتی تھیں۔ وفات کے بعد بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جو یتیموں کو پہنچانے کے لئے خرید کر رکھی ہوئی تھیں۔ نماز میں پہلے دوسروں کے لئے پھر اپنی اولاد کے لئے دعا مانگتیں۔

وہ ایک شجر سایہ دار تھیں جس نے اپنی اولاد در اولاد کے سر پر ہمیشہ سایہ کئے رکھا۔ آنے والی ہر بے مہر دھوپ اس درخت سے یوں چھنی کہ محض زندگی کی ضامن گرمائش ہی ان تک پہنچ پائی۔ اس چھتنار درخت کی شاخوں نے ہر طوفان کا پورے جلال کے ساتھ کھڑے رہ کر مقابلہ کیا اور گرتی ہوئی کوئی بجلی، برستا ہوا کوئی ژالہ اپنی اولاد تک نہیں پہنچنے دیا۔

یوں ایک عہد کا خاتمہ ہوا لیکن ان کی شفقتیں، نوازشیں اور خوبیوں کی خوشبو باقی ہے۔ وہ اپنے جاننے والوں کے دلوں میں بہترین یادیں اور مثالیں چھوڑ کر رخصت ہوئیں جن سے آئندہ نسلیں بھی فیض حاصل کرتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے اور بہت پیار کا سلوک کرے، دنیا کی تمام محرومیوں کا ازالہ اپنے پیار سے فرمائے، تمام سختیوں کا ازلی ابدی سکینتوں سے بدلہ دے اور اپنے پیاروں میں جگہ دے۔

اب کس کو بھیج بلائیں گے، کیسے سینے سے لگائیں گے
مر کر بھی کوئی لوٹا ہے، سائے بھی کبھی ہاتھ آئے ہیں
ہم سرافراز ہوئے رخصت، ہے آپ سے بھی امید بہت
یہ یاد رہے کس باپ کے بیٹے ہیں، کس ماں کے جائے ہیں

اے نئے سال!

اے نئے سال بتا، تجھ میں نیا پن کیا ہے؟
ہر طرف خلق نے کیوں شور مچا رکھا ہے
روشنی دن کی وہی تاروں بھری رات وہی
آج ہم کو نظر آتی ہے ہر ایک بات وہی
آسمان بدلا ہے افسوس، نا بدلی ہے زمیں
ایک ہندسے کا بدلنا کوئی جدت تو نہیں
اگلے برسوں کی طرح ہوں گے قرینے تیرے
کسے معلوم نہیں بارہ مہینے تیرے
جنوری، فروری اور مارچ میں پڑے گی سردی
اور اپریل، مئی اور جون میں ہو گی گرمی
تیرا من دہر میں کچھ کھوئے گا کچھ پائے گا
اپنی میعاد بسر کر کے چلا جائے گا
تو نیا ہے تو دکھا صبح نئی، شام نئی
ورنہ اِن آنکھوں نے دیکھے ہیں نئے سال کئی
بے سبب لوگ دیتے ہیں کیوں مبارک بادیں
غالباً بھول گئے وقت کی کڑوی یادیں
تیری آمد سے گھٹی عمر جہاں سے سب کی
فیضؔ نے لکھی ہے یہ نظم نرالے ڈھب کی

(فیض احمد فیضؔ)

نئے سال کی دعا

حضرت عبداللہ بن ھشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ اس دعا کو اس طرح سیکھتے تھے جس طرح قرآن سیکھتے تھے۔ جب مہینہ یا سال شروع ہوتا تو کہتے:

اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ، وَالْاِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ، وَالْاِسْلَامِ، وَجَوَارٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ ،وَرِضْوَانٍ مِنَ الرَّحْمٰنِ

(معجم الصحابہ لمغزی 1539)

اے اللہ اس سال کو ہمارے اوپر امن اور ایمان اور اسلام کے ساتھ اور شیطان سے بچاؤ اور رحمٰن کی رضامندی کے ساتھ داخل فرما۔

بقیہ از خطبہ جمعہ کے خلاصہ جات

تیسرا جنازہ محترمہ امۃ السلام صاحبہ اہلیہ چوہدری صلاح الدین صاحب مرحوم سابق ناظم جائیداد اور مشیر قانونی ربوہ کا تھا جو 19 اکتوبر 2020ء کو وفات پا گئی تھیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ مرحومہ بڑی عبادت گزار، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والی، مہمان نواز اور غریب پرور شخصیت کی مالک تھیں۔

چوتھا جنازہ مکرمہ منصورہ بشریٰ صاحبہ والدہ ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ کا تھا جو 6 نومبر 2020ء کو 97 برس کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن ۔ مرحومہ عبادت گزار، نیک اور خلافت احمدیہ سے وفا کا تعلق رکھنے والی، خاموش طبع اور سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔

حضورِانور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کی۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔10، 17، 24 نومبر، یکم دسمبر 2020ء)

ولادت باسعادت

عزیزم حسّان غضنفر سلمہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پیس ولیج سینٹرایسٹ کی محترمہ قدسیہ اعجاز صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالحی چٹھہ صاحب مربی سلسلہ دفتر محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ کینیڈا کو 21 / اکتوبر 2020ء کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے۔الحمدللہ!اس بچے کا نام ’’ حسّان غضنفر‘‘ تجویز ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وقفِ نو کی مبارک سکیم میں شامل ہیں۔

عزیزم حسّان سلمہ، مکرم محمد غضنفر چٹھہ صاحب شہید آف بورے والہ سابق انسپکٹر بیت المال ربوہ و محترمہ طاہرہ فردوس صاحبہ مرحومہ کا پوتا اور مکرم اعجاز احمد ساہی صاحب و محترمہ ثمینہ بیگم صاحبہ دارالرحمت ربوہ کا نواسہ ہے۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نومولود عزیزم حسّان غضنفر سلمہ کو درازئ عمر عطا کرے ۔ انہیں خادم دین اور خلافت کا فدائی اور شیدائی بنائے۔آمین

بقیہ از اعلانات

مرحوم نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خیر خواہ، خلیق، ملنسار، مہمان نواز تھے۔آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان اور کینیڈا میں مختلف عہدوں پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ عزیزہ بیگم صاحبہ اور دو بیٹے مکرم کلیم احمد چوہدری صاحب مسس ساگا، مکرم عثمان چوہدری صاحب سیسکاٹون، پانچ بیٹیاں محترمہ طیبہ مریم صاحبہ ، ویسٹرن انٹاریو، محترمہ حمیرا چوہدری صاحبہ، محترمہ راضیہ چوہدری صاحبہ سیسکاٹون، بشریٰ چوہدری صاحبہ Lincolnshire اور محترمہ عظمیٰ چوہدری صاحبہ آشوا یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ مکرم ادریس احمد سیال صاحب

27 / نومبر 2020ء کو مکرم ادریس احمد سیال صاحب وان جماعت 79 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّـا لِلّٰـہِ وَ اِنَّـا اِلَیۡـہِ رَاجِعُوۡن۔

09 / دسمبر 2020ء کو مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ایک بجے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔اور اس کے بعد نیشنل قبرستان میں دو بجے تدفین ہوئی اور مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی قبر پر دعا کرائی۔

مرحوم نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، اور ہمدرد انسان تھے ۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ صبیحہ سیال اور دو بیٹے مکرم کلیم سلمان سیال صاحب ، مکرم ذیشان سیال صاحب پاکستان، دو بیٹیاں محترمہ وجیہہ خاں صاحبہ وان، محترمہ مدیحہ سیال صاحبہ بریمپٹن یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ

09 / نومبر 2020ء کو محترمہ اقبال بیگم صاحبہ ٹرانٹو ویسٹ جماعت 89 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔اِنَّـا لِلّٰـہِ وَ اِنَّـا اِلَیۡـہِ رَاجِعُوۡن۔

11 / دسمبر 2020ء کو مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں نماز جمعہ کے بعد دو بجے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں اڑھائی بجے تدفین ہوئی اور مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی قبر پر دعا کرائی۔

مرحومہ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، اور دعا گو خاتون تھیں ۔ مرحومہ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں دو بیٹیاں محترمہ روبینہ علی صاحبہ ٹرانٹو ویسٹ، محترمہ ثمینہ خالد صاحبہ امریکہ اور نواسہ مکرم فضیل رانجھا صاحب ٹرانٹو ویسٹ یادگار چھوڑے ہیں۔

یادرہے کہ حکومت کینیڈا کے جملہ قواعد وضوابط اور سماجی فاصلے کی شرائط کو برقرار رکھتے ہوئے نماز ہائے جنازہ اور قبرستان میں تدفین کے مواقع پر صرف چند اعزہ و اقارب نے ہی شرکت کی۔

ادارہ مذکورہ بالا مرحومین کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن مرحومین کے لواحقین اور عزیزوں کو صبر جمیل بخشے ۔اور اُن کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کے ساتھ مغفرت اور بخشش کا سلوک فرمائے۔آمین۔

سالِ نو آیا!

مناؤ جشنِ مسرت کہ سالِ نو آیا
خدا نے کی ہے عنایت کہ سالِ نو آیا!
عظیم رفعت و نصرت ہو سالِ نو میں عطا
اسی کے پیار کی دولت ہو سالِ نو میں عطا
خدایا فتح و ظفر کا یہ سال حامل ہو
تری رضا بھی ہماری خوشی میں شامل ہو
ہو جس خوشی کی بھی خواہش ہمیں عطا کرنا
تو فکرِ فردا میں ہم کو نہ مبتلا کرنا
اسیرِ راہِ خدا سب رہائی پا جائیں
جو دور بیٹھے ہیں نزدیک پھر سے آجائیں

(مکرم عبدالحمید خلیق صاحب)

دعائے مغفرت

☆ مکرم ملک غلام حبیب صاحب

29 ر اکتوبر 2020ء کو مکرم ملک غلام حبیب صاحب ربوہ میں 89 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن.

مکرم عبدالحلیم سحر صاحب ناظر دارالضیافت ربوہ نے اپنے خسر محترم کی نماز جنازہ پڑھائی بعدہ تدفین کے بعد دعا کرائی۔

آپ نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، منکسر المزاج، محنتی، دیانتدار اور دعا گو بزرگ تھے۔ آپ ایک شفیق، خوش مزاج اور پیار کرنے والے باپ اور شوہر تھے۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحوم، مولانا محمد احمد جلیل صاحب مرحوم سابق مفتی سلسلہ جماعت احمدیہ کے ہم زلف تھے۔

آپ نے پسماندگان میں بیوہ محترم امۃ العزیز فاطمہ صاحبہ، ایک بیٹا مکرم ملک احمد فاروق صاحب اور چار بیٹیاں محترمہ سعدیہ نعما صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر خالد احمد صاحب ربوہ، محترمہ فردوس نعیم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری نعیم الرحمٰن صاحب وان، محترمہ منصورہ حلیم صاحبہ پیس ویلج اہلیہ مکرم عبدالحلیم سحر صاحب ناظر دارالضیافت ربوہ، محترمہ ثمینہ ناصرہ صاحبہ پیس ویلج اہلیہ مکرم انور احمد صاحب جاپان اور بعض دیگر اعزا و اقارب یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ مکرم ماجد شاہد صاحب

13 رنومبر 2020ء کو مکرم ماجد شاہد صاحب بریمپٹن ایسٹ جماعت 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن.

16 رنومبر 2020ء کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ایک بجے مکرم انیق احمد صاحب مربی سلسلہ بریمپٹن نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور اسی روز دو بجے نیشول قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی قبر پر دعا کرائی۔

مرحوم، مکرم چوہدری عبدالواحد صاحب سابق نائب ناظر اصلاح وارشاد ربوہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، ہمدرد و خیر خواہ، خلیق، ملنسار اور دعا گو بزرگ تھے۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ صدق و وفا کا گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم سلمان ماجد صاحب بیری جماعت، مکرم نعمان ماجد صاحب ناروے اور دو بیٹیاں محترمہ نعیمہ خاں صاحبہ پیس ویلج، محترمہ ماریہ چوہدری صاحبہ اہلیہ مکرم محمد احمد چوہدری صاحب بریمپٹن ایسٹ جماعت یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ

14 رنومبر 2020ء کو محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم حبیب اللہ قریشی صاحب بریمپٹن ایسٹ جماعت 75 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن.

17 رنومبر 2020ء مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں تین بجے مکرم انیق احمد صاحب مربی سلسلہ بریمپٹن نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی قبر پر دعا کرائی۔

مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خیر خواہ، خلیق، ملنسار، مہمان نواز تھیں۔ مرحومہ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں شوہر مکرم حبیب اللہ قریشی صاحب کے علاوہ تین بیٹے مکرم عامر حبیب قریشی صاحب، مکرم طاہر حبیب قریشی صاحب بریمپٹن ایسٹ جماعت، مکرم شاہد قریشی صاحب جرمنی اور پانچ بیٹیاں محترمہ ثمینہ عصمت صاحبہ بیلجیئم، سارہ حبیب صاحبہ بریمپٹن ایسٹ جماعت، صائمہ شاہین صاحبہ، محترمہ سونیا سجاد صاحبہ جرمنی اور محترمہ حمیرا عارف صاحبہ پاکستان یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ

17 رنومبر 2020ء کو محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری امان اللہ وڑائچ صاحب آف لاہور 80 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن. اور وہیں دفن ہوئیں۔

مرحومہ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، خیر خواہ، غریب پرور، ملنسار، مہمان نواز تھیں۔ ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں پانچ بیٹے مکرم احسان اللہ وڑائچ صاحب، مکرم امداد اللہ وڑائچ صاحب، اعجاز اللہ وڑائچ صاحب لاہور، مکرم ناصر احمد وڑائچ صاحب، مکرم شہزاد احمد وڑائچ صاحب اور ایک بیٹی محترمہ شمشاد اسلم وڑائچ صاحبہ وان ایسٹ یادگار چھوڑی ہیں۔

مرحومہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت چوہدری اللہ داد وڑائچ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی تھیں۔ اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باڈی گارڈ مکرم بشیر احمد وڑائچ صاحب مرحوم کی ہمشیرہ تھیں۔

☆ مکرم ممتاز احمد ناصر صاحب

27 رنومبر 2020ء کو مکرم ممتاز احمد ناصر صاحب مسس ساگا جماعت 80 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن.

28 رنومبر 2020ء کو مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ساڑھے بارہ بجے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں ڈیڑھ بجے تدفین ہوئی اور مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی قبر پر دعا کرائی۔

مرحوم نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خیر خواہ، خلیق، ملنسار، مہمان نواز تھے۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ امۃ القیوم ناصر صاحبہ اور دو بیٹیاں محترمہ نوشابہ محمود صاحبہ اہلیہ مکرم محمود احمد صاحب اور محترمہ امارہ ناصر صاحبہ مسس ساگا یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ مکرم ہدایت اللہ چوہدری صاحب

05 ر دسمبر 2020ء کو مکرم ہدایت اللہ چوہدری صاحب مسس ساگا جماعت 78 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن.

07 ردسمبر 2020ء کو مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ایک بجے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں دو بجے تدفین ہوئی اور مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی قبر پر دعا کرائی۔

(باقی صفحہ 31)